جلد 19 شمارہ 8 ماہ اگست 2017ء ذی القعد 1438ھ



ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔



ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار



بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رحؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
معاون مدیر	خالد محمود بخاری 0300-7374750
نائب مدیر	سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فهد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ ومدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے



سالانہ فنڈ -/300 روپے

﴿اس شمارے میں﴾

درس قرآن

چھوٹے اور بڑے گناہ

〈امتیاز احمد〉

إِن تَجْتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلاً كَرِيمًا

سورۃ النساء 31

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کردینگے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کرینگے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ گناہ کبیرہ ۲۔ گناہ صغیرہ

اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی قابل ستائش ہے کہ اگر تم بڑے گناہوں سے بچے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔ گو ہر فرض کی ادائیگی لازم ہے، جیسے پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزے، زکوۃ اور حج۔ ان میں سے کسی ایک کا چھوڑنا اپنے آپ میں گناہ عظیم ہے۔ پس اگر کوئی بندہ فرض پوری طرح ادا کرتا ہے اور پھر گناہ کبیرہ سے بھی بچا رہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہ صغیرہ (چھوٹے گناہ) معاف فرما دے گا۔ گناہ کیا ہے؟۔ چھوٹا گناہ کیا ہے؟۔ بڑا گناہ کیا ہے؟۔ ہر وہ کام، جو اللہ کی مرضی اور حکم کے خلاف کیا گیا ہو، گناہ ہے۔ اس نقطۂ نظر سے نہ کوئی گناہ چھوٹا ہے نہ بڑا۔ گناہ بس گناہ ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

کل مانھی عنه فھو کبیرہ

ہر وہ حرکت جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو گناہ ہے اس لئے کوئی معمولی گناہ اگر بار بار کیا جاتا رہے تو وہ جلد ہی ایک بڑے گناہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عالم دین بڑے اور چھوٹے گناہ کو ایک مثال کے ذریعے اس طرح سمجھاتے ہیں کہ اگر آپ کو ایک چھوٹا بچھو کاٹتا ہے تو آپ کو تکلیف کم ہو گی لیکن اگر بڑا اور زیادہ زہریلا بچھو آپ کو ڈنک مارتا ہے تو آپ کو زیادہ تکلیف ہو گی اسی طرح اگر آپ چھوٹی آگ سے جلیں گے، تو جلن اور تکلیف کم ہو گی۔ اگر بڑی آگ سے جلیں گے تو تکلیف اور جلن زیادہ ہو گی پس دونوں طرح کے گناہ نقصان دہ ہیں ۔ چھوٹے گناہوں کی سزا کم ہو گی، بڑے گناہوں کی سزا زیادہ ہو گی۔ محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں: اللہ کی بہترین عبادت یہ ہے کہ آپ ہر طرح کے گناہوں سے بچے رہیں، جب تک بندہ اپنے آپ کو تمام گناہوں سے پوری طرح نہیں بچاتا اللہ تعالیٰ اس بندے کی کوئی بھی عبادت قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح فضیل بن ایاضؒ فرماتے ہیں کہ بندہ جس گناہ کو معمولی یا چھوٹا خیال کرے گا اللہ کی نظروں میں وہ گناہ اتنا ہی بڑا ہو گا۔

حضورﷺ کا ارشاد ہے: "جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک داغ لگ جاتا ہے۔ جب وہ اس گناہ سے توبہ کر لیتا ہے تو وہ داغ مٹ جاتا ہے اور اگر وہ اس گناہ سے توبہ نہیں کرتا تو یہ داغ بڑھتے بڑھتے اس کے پورے دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"دیکھو یہ جو (اعمالِ بد) کرتے ہو۔ اُن کا اِن کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے"۔ (سورہ مطففین 14)

جب پورے کا پورا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے تو پھر اس قسم کے لوگوں پر قرآن کی تعلیمات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ قرآن میں یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے کہ یہ قرآن تو ایسے لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے جو اللہ سے خوف کھاتے ہوئے اس کتاب میں درج ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔

آیئے ہم دیکھیں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں گناہ کبیرہ کیا ہیں؟ ۔علماء کے قول کے مطابق ہر وہ برا عمل گناہ کبیرہ ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی سزا تجویز کر رکھی ہے ۔ یا اللہ تعالیٰ نے گناہ کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے یا اس عمل کی سزا جہنم بیان فرمائی ہے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ایک معمولی گناہ بھی اگر بار بار بغیر کسی شرم وحیا کے دہرایا جاتا رہے تو وہ ایک گناہ کبیرہ میں بدل جاتا ہے ۔کسی نے ابن عباسؓ سے کہا: " گناہ کبیرہ صرف سات ہیں ۔ابن عباسؓ نے جواب دیا، گناہ کبیرہ سات نہیں بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ سات سو ہیں" ۔

امام ابن حجر مکیؒ اپنی کتاب " کتاب الزواجر" میں فرماتے ہیں : " گناہ کبیرہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سرزد ہوتی ہے اسکی چار سو ساٹھ قسمیں ہیں" ۔

گناہ صغیرہ کس طرح معاف کیا جاسکتا ہے؟ ۔جب کوئی شخص وضو کرتا ہے اور اپنے جسم کے مختلف اعضاء دھوتا ہے تو جسم کے اس مخصوص حصہ کے گناہ اس طرح دھل جاتے ہیں جس طرح تیز ہوا چلنے پر سوکھے ہوئے پتے درختوں سے گر جایا کرتے ہیں ۔مثال کے طور پر جب ہم وضو کرتے وقت کلی کرتے ہیں تو ہماری زبان کے گناہ دھل جاتے ہیں، جب ہم اپنے پیر دھوتے ہیں تو ہمارے پیروں کے گناہ دھل جاتے ہیں ۔جب کوئی مسلمان وضو کرکے نماز کی نیت سے مسجد کی طرف چلتا ہے تو ہر ہر قدم پر اس کا ایک گناہ معاف کردیا جاتا ہے ۔ (یعنی چھوٹا یا معمولی گناہ) ۔

گناہ کبیرہ تو وضو کرنے اور نماز ادا کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے، گناہ کبیرہ کے معاف ہونے کیلئے اتنی شدید توبہ کی ضرورت ہوتی ہے اور توبہ ہی نہیں توبہ کے ساتھ ہی اس گناہ کے دوبارہ نہ کرنے کی سچی اور پکی نیت کا ہونا بھی ضروری ہے ۔توبہ کے لئے ضروری ہے:

۱۔ گناہ کرنے کے بعد بندہ اس گناہ کے سرزد ہونے کا سچے دل سے اقرار کرے ۔

۲۔ اس گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کا پورا ارادہ کرے ۔

۳۔ اپنے اس گناہ پر سچے دل سے نادم ہو اور سچے دل سے اللہ سے معافی کا طالب ہو۔ پس اگر کوئی شخص روزے بھی رکھے، نماز بھی ادا کرے، مگر ساتھ ہی گناہ کبیرہ بھی کرتا رہے تو اس کی نماز اور روزہ قبول نہیں کئے جائیں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ گناہ کبیرہ کی تعداد موقع و محل اور وقت کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔ لہٰذا علماء دین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ گناہ کبیرہ کی کوئی تعداد مقرر نہیں کی جاسکتی۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

میں تمہیں بتاؤں کہ تین گناہ عظیم کون کون سے ہیں؟

۱۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ ۲۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

۳۔ جھوٹی گواہی دینا" **(بخاری و مسلم)**

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ "اپنے والدین کو گالیاں دینا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا، "ایسا بد بخت کون ہوگا جو اپنے والدین کو گالیاں دے؟"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، "جب تم کسی دوسرے کے والدین کو گالیاں دو گے تو وہ بھی جواباً تمہارے والدین کو گالیاں دے گا۔ لہٰذا کسی دوسرے کے والدین کو گالیاں دینا ایسا ہی ہے گویا تم اپنے ہی والدین کو گالیاں دے رہے ہو"۔ (صحیحین)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا کسی کو بلاوجہ جان سے مارنا، کسی یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدان جنگ سے بھاگ آنا۔ متقی اور نیک عورتوں پر الزام لگانا، اپنے والدین کی نافرمانی کرنا، مساجد کا احترام نہ کرنا یہ سب کے سب گناہ عظیم ہیں"۔ **(بخاری)**

ایک دوسری حدیث کے مطابق کسی معقول عذر کے بغیر دو نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ ہر نماز کا اپنے وقت مقررہ پر ہی ادا کرنا فرض ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شرک، اس نے کہا اس کے بعد کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بچے کو اس

خطرہ سے مارڈالو کہ تمہیں اس کو کھانا کھلانا پڑے گا۔اس نے پوچھا اس کے بعد کونسا بڑا گناہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا۔(**بخاری و مسلم**)

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ جملہ تین بار دہرایا"وہ غارت ہو گیا"! ابوذرؓ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا"وہ کون"؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا"وہ شخص جس نے ایسا لباس پہنا، جو اس کے چلتے وقت زمین پر لگنے لگا۔وہ شخص جو خیرات کرنے کے بعد احسان جتلائے،وہ شخص جو بوڑھا ہونے کے باوجود زنا کا مرتکب ہو،وہ شخص جو ایک اہم عہدے پر فائز ہوتے ہوئے جھوٹ بولے،وہ شخص جو اللہ کی طرف سے اولاد عطاء کئے جانے پر غرور اور تکبر کرے اور وہ شخص جو حاکم وقت کی دنیاوی فائدے کے لئے حمایت،خوشامد اور چاپلوسی کرے،یہ سبھی گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں"۔(**مسلم**)

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی یہ بھی ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا جو شراب پیتا ہوگا۔جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہوگا۔جو بلا کسی معقول وجہ کے اپنے رشتے داروں سے دور رہے گا۔ جو احسان کر کے جتلائے گا۔جو شیطانی طریقوں سے پیشین گوئی کرتا ہو اور وہ جو اپنے اہل و عیال کو غلط راستے پر چلنے سے باز نہیں رکھے گا۔(**نسائی اور مسند احمد**)

حضور ﷺ نے فرمایا:"غیبت کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا"۔(**صحیحین**)

آیئے،ہم اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں صغیرہ،کبیرہ تمام گناہوں سے بچائے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین ثم آمین یارب العالمین)

اصلاح

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

اپنے افراد یا جماعت کی اصلاح کرنا سب سے بڑی نیکی اور ذمہ داری کا کام ہے۔ اس کام کے لئے بے انتہا قابلیت اور خود نیک ہونے کی ضرورت ہے، ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران۔104)

ترجمہ: ''لازم ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے''۔

لیکن ہماری بدنصیبی کہ یہ کام بھی ہر شخص نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے، خود کچھ جانتے نہیں، نیک و بد کو پہچانتے نہیں، لیکن جہاں کسی میں بزعم خود کوئی برائی دیکھی (خواہ وہ حقیقت میں برائی نہ ہو) لگے اس کو نصیحت کرنے۔ اس کے لئے نہ کوئی موقعہ و وقت دیکھتے ہیں نہ حالات و ماحول۔ راستہ چلتے بازار اور سڑکوں پر، بسوں میں، ریل گاڑیوں میں الغرض ہر جگہ ان ناصحان مشفق کی زبانیں آپ کو قینچی کی طرح چلتی نظر آئیں گی۔ پھر نصیحت کرنے کا طریقہ اس قدر بھونڈا اور مکروہ ہوتا ہے کہ جس کو نصیحت کی جارہی ہے وہ نصیحت ماننے کی بجائے لڑنے جھگڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نصیحت حکمت آمیز پیرائے اور خوش ترین الفاظ میں کی جائے، لیکن اس حکم کی مطلق پرواہ نہیں کی جاتی، اسی لیے جھگڑا اور فساد برپا ہوتا ہے۔ آج کل تو لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر ان سے کہا جائے کہ تم میں فلاں نقص ہے تو وہ سر توڑنے کو آمادہ ہوجاتے ہیں

اس لیے جب کسی کو نصیحت کرنی ہو تو اس کو ہر گز ہر گز برا نہ کہو بلکہ جو عیب اس میں ہے اس عیب کو برا کہو، مثلاً جو آدمی جھوٹا، شرابی یا زانی ہو، مناسب موقعہ و محل دیکھ کر اس کے سامنے جھوٹ، شراب اور زنا کی برائی اور نقصان ایسے موثر الفاظ میں بیان کرو کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ لیکن اس طریقے کا اثر بھی صرف اسی حالت میں ہوگا جب کہ وہ تمہارے حسن اخلاق کا پہلے سے گرویدہ اور تمہاری بات ماننے کو تیار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو نیکیوں کی دعوت دے اور برائیوں سے روکے، تو ظاہر ہے کہ یہ گروہ صرف علماء دین ہی کا ہو سکتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں صحیح معنوں میں ''علمائے دین'' اس قدر کم ہیں کہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ہر شخص جو چند کتابیں حدیث و فقہ کی پڑھ کر اور کچھ بے سر و پا حکائتیں اور روائتیں یاد کر کے کسب معاش کی خاطر وعظ و نصیحت کا پیشہ اختیار کر لیتا ہے، عالم دین سمجھا جاتا ہے۔ ایسے خود ساختہ اور پیشہ ور علماء بجائے فائدے کے سخت نقصان پہنچاتے اور بجائے اصلاح کے قوم میں فساد برپا کرتے ہیں۔ انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں'' قوم کے مختلف فرقوں میں عناد و منافرت پیدا کرنے کے ذمہ دار اس قسم کے علماء ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہوگا، کیوں؟ محض اس لئے کہ اگر اختلاف خلوص اور نیک نیتی پر مبنی ہو اور اس میں عناد و منافرت کے جذبات کام نہ کر رہے ہوں تو ایسے اختلاف پر بحث و تمحیص سے اجتہاد کی راہیں کھلتی ہیں، حق آشکار اور دین کی خوبیاں اجاگر ہوتی ہیں کون نہیں جانتا کہ ہمارے تمام فرقوں کے اختلافات اصولی مطلق نہیں محض فروعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور قرآن مجید کو سب ہی سچا جانتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ایک فرقہ دوسرے پر لعن طعن کرے، ان اختلافات پر صبر کرے اور ہر فرقہ کے فروعی عقائد کو ان کے نجی عقائد سمجھ کر درگزر کرے یا شرافت و اخلاق کے ساتھ بحث مباحثہ بھی

کر لے تو کوئی مضائقہ نہیں ،لیکن یہ پیشہ ور علماء اپنی جیبیں پر کرنے کے لئے مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے اور ملت کی عام تباہی کا باعث ہوتے ہیں ۔ہماری رائے میں اس مصیبت کا واحد علاج یہ ہے کہ ہر اسلامی حکومت دو کام کرے ،ایک تو یہ کہ تمام مذہبی مدارس کی نگرانی اپنے ذمے لے لے اور ان مدارس کے ہر فرقہ کے علماء سے ایسے نصاب مقرر کرائے کہ طلباء اپنے فروعی اختلافات پر قائم رہتے ہوئے بھی باہمی منافرت سے باز رہنا سیکھیں ۔دوسرے یہ کہ کسی فرقے کے کسی عالم کو پبلک یا پرائیویٹ جلسوں میں اس وقت تک تقریر کرنے یا وعظ کہنے کی اجازت نہ ہو جب تک وہ گورنمنٹ سے اس مقصد کے لئے باقاعدہ لائسنس حاصل نہ کرلے ۔ہمیں معلوم ہے کہ اس طریقے کے نفاذ پر قیامت برپا ہو جائے گی ،لیکن غل و شور مچانے والے وہی لوگ ہوں گے جو اپنا پیٹ بھرنے کے لئے ملت میں فرقہ وارانہ تعصب اور منافرت پیدا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔ لیکن اتحادِ ملت کا مقصد اس قدر عظیم اور اہم ہے کہ اس بارے میں حکومتوں کو کسی کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے اور پوری طاقت سے ملی تباہی اور بربادی کے ان جراثیم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کر دینا چاہئے ۔یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس اصلاح سے ہماری مراد صرف جماعتی اور اجتماعی اصلاح ہے ۔یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو برائیوں سے روک ہی نہیں سکتا اور نیکی کی دعوت دے ہی نہیں سکتا ۔بلاشبہ ہر مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو نیکی کی دعوت دے اور برائی سے روکے ۔لیکن یہ کام صرف ان آدمیوں کو کرنا چاہئے جو اس کے اہل ہوں اور نصیحت کا طریقہ جانتے ہوں ،حکمت اور خوبی سے یہ کام انجام دے سکیں ،فساد برپا نہ کریں ۔

(اقتباس از: **تعمیر ملت**)

نقوشِ مہر ووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

I

باباجیؒ (خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ صاحب) نئے لوگوں سے جو سلسلہ عالیہ میں آنا چاہتے ہیں، انہیں (کتاب) طریقتِ توحیدیہ دیتے اور کہتے کہ یہ میرا راستہ ہے، اسے پڑھ لو۔ بیعت ایسے نہیں فرماتے تھے کہ جو آئے اسے بیعت کرلیا۔ ایسا نہیں کیا۔ ہمارے سلسلے میں آؤ تو پہلے ذکر سیکھو، ذکر کرو، اس کا فائدہ ہو۔ آپ بھی محسوس کریں۔ یہ کہتے ہیں کہ 'مشک آں ست کہ خود ببوید، نہ آنکہ عطار بگوید' (ضرب المثل)۔ "بہتر وہ ہے جو خود بولے، نہ یہ کہ عطار ہی اپنی باتوں سے یہ کہے کہ یہ بڑا اچھا عطر ہے"۔ وہ خود بولے۔ اللہ کا ذکر خود بندہ کرے، اس کو خود پتہ چلے کہ یہ کیا ہے۔ اسے خود پتہ چل جائے۔ یہ سب لکھ دیا۔ دوسرا ساتھ نوٹس بھی آپؒ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ دیا کہ جو سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں، انہیں یہ کتاب پڑھنی چاہیے۔ اگر دیکھے کہ ان باتوں پر عمل کر سکتے ہیں جو اس کتاب میں ہیں تو ٹھیک ہے شامل ہو جائیں ورنہ نہ ہوں۔ مقصود تو تب ہی حاصل ہوگا اگر اس پر عمل کریں گے۔ جو سمجھتے ہیں کہ یہ کرنا ہے اور ہمت کریں کہ وہ کرنا ہے۔ "جے چنگا مال اوتے حال چنگا"۔ یہ سب بھائیوں کے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ باباجیؒ نے مختصر سا کر دیا ہے۔ باباجیؒ نے کہا کہ چلے نہیں کٹانے، ذکر نہیں کرانے۔ قبرستان میں نہیں کھڑا کرنا۔ پانی میں نہیں کھڑا کرنا۔ اِدھر ہی اپنے بچوں کے پاس بیٹھ کر ذکر کرنا ہے کام کاج کے دوران ذکر بتا دیا کہ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ بڑے مزے کا

، پریم کا ذکر ہے ۔اللہ سے تار ملانے والی بات ہے ۔مرشد یہ کرسکتا ہے کہ تار ملا دے ۔وہ اللہ جو کہتا ہے کہ "تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا"۔

یہ (مندرجہ بالا باتیں) فرما کر بابا جان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب تو حیدیؒ نے ایک بھائی سے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بیعت لی اور فرمانے لگے:

"باباجیؒ نے لکھا بھی ہے کہ یہ حلقہ پیری مریدی کے لئے نہیں بنایا اور نہ مجھے پیری مریدی کا شوق ہے، نہ میں پیر بن کر منظر عام پر آنا چاہتا تھا ۔باباجیؒ آرام سے بیٹھے اللہ اللہ کرتے تھے ۔وہ کہتے تھے کہ میں نہیں چاہتا تھا پیر بننا ۔اللہ تعالیٰ جب کام لینا چاہتا ہے تو اسباب بن جاتے ہیں ۔پاکستان بنا (پاکستان میں ہجرت کے بعد) Air Force میں ڈرگ روڈ پر As a Librarian سروس شروع کردی ۔کوارٹر بھی مل گیا ۔وہاں ایک ونگ کمانڈر اکبر حسین صاحب ہوتے تھے، جو ہمارے پہلے پہلے بھائی ہیں، وہ بابا جیؒ کو جانتے تھے ۔جو Academic branch کے تھے، وہ باباجیؒ کو اُدھر انڈیا سے جانتے تھے کہ بزرگ آدمی ہیں ۔دعاوغیرہ کرتے ہیں ۔بیعت وغیرہ تو نہیں تھی ۔وہ (اکبر حسین صاحب) انہیں (باباجیؒ کو) جانتے تھے کہ اللہ والے ہیں ۔انہوں نے الٰہ آباد سے گریجوایشن کیا ہوا تھا ۔انہوں نے باباجیؒ سے نوکری کے لئے دعا کرانا چاہی ۔انہوں نے کہا کہ میری نوکری لگ جائے ۔باباجیؒ نے فرمایا بہت اچھی نوکری ملے گی ۔

وہ وہاں سے نکلے تو کسی دوست نے بتایا کہ Air force میں اشتہار آیا ہے ۔بھرتی ہو رہی ہے ۔انہوں نے وہاں Academic branch میں اپلائی کر دیا ۔وہاں ان کی Selection ہو گئی ۔یہاں ڈرگ روڈ میں ملاقات ہوئی جب باباجیؒ ہجرت کر کے آگئے تھے ۔انہوں نے پوچھا کہ نوکری کر رہے ہیں کوئی؟ باباجیؒ نے کہا کہ نہیں ۔(انہوں نے پوچھا کہ) کریں گے نوکری؟ (باباجیؒ نے جواب دیا کہ) نوکری تو کرنی ہے ۔وہ خود وہاں Academic branch میں تھے، انہوں نے بتایا کہ لائبریرین کی جگہ خالی ہے ۔باباجیؒ نے لائبریرین کا ڈپلوما

کیا ہوا تھا۔اسے بتایا تو اس نے کہا کہ آ جانا۔ انہوں نے کوارٹر بھی دے دیا اور اندر ہی رہائش ہوگئی۔وہیں آس پاس بیٹھنے والے لوگوں سے اللہ کی باتیں ہوئیں۔بزرگوں کی باتیں ہوئیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کیا کرتے ہیں،ہمیں بھی بتائیں،ہم بھی فائدہ اٹھائیں۔انہوں نے ان کو بتایا کہ یہ لا الہ کا ذکر ہے،اور یہ پاس انفاس ہے۔سانس کے ساتھ اللہ، اللہ کرنا ہے۔ سانس اندر جائے تو اللہ کہنا ہے،اور سانس باہر آئے تو اللہ کہنا ہے۔چند ایک نے ایسے کرنا شروع کردیا کرو گے تو کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔یہ تو اللہ کی بات ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔تم ایک دفعہ یاد کرو میں دس دفعہ یاد کروں گا۔کام شروع ہوگیا۔

اکبر حسین صاحب کی ایک آنکھ اس وقت سے بند تھی جب سے وہ بھرتی ہوئے تھے۔ موتیا آیا ہوا تھا۔اس وقت سے ایک آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بھرتی کے وقت یہ Detect نہیں ہوا تھا۔وہ جب Wing commander ہوئے تو اس وقت Detect ہوا کہ مجھے تو نظر نہیں آتا۔میں تو ایک آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ Wing commander ہو گئے، اب بعد میں تو کسی نے پوچھا نہیں۔وہ جو Initial test تھا اس میں وہ Select کیسے ہوئے، اس پر Case بنا۔Report کیا ان کو۔کیسے کمال ہیں۔بہرحال وہ وہاں تک پہنچ گئے۔

باباجیؒ سے انہوں نے کہا کہ یہ طریقہ ذکر تو بڑے مزے کا ہے۔آپ ہمیں بیعت کریں۔اسی نیت سے کہ چلو ہمارے توسط سے کسی کی اصلاح ہو جائے،باباجیؒ کو خلافت تو ملی ہوئی تھی، بیعت کی اجازت تھی، ہمارے توسط سے فائدہ ہوتا ہے تو کر لینا چاہیے۔انہوں نے حلقہ شروع کردیا۔شروع کیا تو اس نیت سے کیا کہ اس سے جو دشواریاں پیدا ہوگئی ہیں،ان کو دور کیا جائے۔تعلیم بھی ایسی کی جائے کہ موجودہ مصروفیت کے دور میں انسان کر سکے۔پرانے چلے لمبے چوڑے جو ہیں،اس وقت لوگوں کے پاس بڑا وقت تھا اب وقت ہی نہیں ہے،اس کو مختصر کردیا جائے۔اس میں خامیاں دور کردی جائیں۔پیر پرستی قبروں کی پوجا،اور یہ سارا کچھ نکال کر صرف اللہ کے سوا سجدہ کسی کو نہ کرنے کی تعلیم دی جائے۔سجدہ صرف اللہ کو کرنا ہے،اس کے سوا کسی کو

نہیں کرنا۔مشکل کشااور حاجت رواصرف اللہ کی ذات ہے۔بزرگ دعائیں کرتے ہیں، ان کی کرامات ٹھیک ہیں، ماننا چاہیے لیکن اللہ چاہے تو یہ ہوتا ہے، نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔اگر آپ کے ہاں اولاد نہیں ہے، آپ کے پیر صاحب نے دعا کی اور بیٹا ہو جائے تو یہ نہ کہو کہ پیر نے بیٹا دیا۔یہ غلط ہے۔یہ شرک ہے۔آپ کہیں کہ میرے ہاں اولاد نہیں تھی ،حضرت صاحب نے دعا کی ،اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کر دیا۔اس طرح اللہ کا نام بھی ظاہر ہو گیا ،شرک سے بھی آپ بچ گئے۔

ویسے بات سے ہی سب ہوتا ہے۔بات سے ہی کفر اور بات سے ہی مومن ہو جاتا ہے بندہ۔کلمہ پڑھتا ہے تو مسلمان ہوتا ہے۔اس لئے یہ سب کچھ حساب کتاب سے ہی کرنا چاہیے۔ اللہ بھی قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ سجدہ نہیں کرنا کسی غیر اللہ کو۔باباجیؒ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کرامتوں کی وجہ سے سجدہ کرتے ہو تو سورج کو کرو۔اس سے بڑا کرامتی کون ہے؟اس کی وجہ سے یہ ساری حیات، بادل، بارش، یہ سب اس کی وجہ سے ہے۔یہ نہ ہو تو زندگی ماؤف ہو جائے۔ قرآن میں بھی لکھا ہے کہ

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ .

(سورۃ الفصلت ۴۱. آیت ۳۷)

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ. اللہ کی بہت بڑی نشانیاں ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند۔فرمایا:"لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ .سجدہ سورج اور چاند کو نہیں کرنا۔وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ . اس کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔اتنی بڑی نعمت ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی سورج اور چاند۔سجدہ اس کو کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ . اگر تم اس کی بندگی کرتے ہو۔کہتے ہو کہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں تو سجدہ صرف اسی کو کرنا ہے اور کسی کو نہیں کرنا۔

باباجیؒ نے بھی یہی تعلیم دی کہ سجدہ صرف اللہ کو کرنا ہے۔اُٹھنے بھی نہیں دیتے تھے۔

اگر آ جاتے تھے تو اُٹھنے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے۔ لکھا ہوا بھی ہے کہ اٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ سارے خادمان کو بھی بتایا کہ کھڑے نہ ہوں منع ہے۔ اگر بیٹھ نہیں سکتے، پیر صاحب آ گئے ہیں تو جگہ دے دیں کہ بیٹھ جائیں تو یہ ہے۔ باباجیؒ نے بالکل مختصر تعلیم کر دی۔ اللہ کا ذکر بار بار کتابوں میں لکھا ہے کہ پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں کرنا۔ دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں کرنا۔ روزانہ ذکر میں یہ مَالِکُ المُلکِ لَا شَرِیکَ لَہٗ۔۔۔ اور بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہِ۔۔۔ بھی نہیں پڑھتے۔ درود شریف پڑھو تین دفعہ، پانچ دفعہ۔ لَا اِلٰہَ کا ذکر ایک سو دفعہ۔ اتنا ہی درود شریف پڑھو۔ شجرہ یاد ہے تو پڑھو۔ ختم پڑھ کے دعا کر لو۔ یہ اتنا ہی ہے۔ بار بار لکھا ہے کہ اس سے زیادہ نہیں کرنا۔ دوسرا 'پاس انفاس' ہے۔ اس کیلئے باباجیؒ کہتے کہ کوئی وقت نہیں چاہیے۔ جو بے کار وقت ہے، جس میں آپ کچھ نہیں کر رہے، سانس کے ساتھ اللہ اللہ کر لینا ہے۔ اسی سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے۔

باباجیؒ کبھی رعب نہیں ڈالتے تھے کہ میں نے چلے کاٹے۔ کہا ہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ ریکارڈ میں ہے۔ ایک کیسٹ میں آیا ہوا ہے کہ میں نے ساری عمر کچھ نہیں کیا۔ نہ بہت زیادہ نمازیں پڑھی ہیں، نہ تسبیح پڑھی ہے، نہ چلے کاٹے ہیں، نہ اور کوئی خاص کیا ہے۔ بس یہ ہے کہ خدا کو نہیں بھولا۔ نہ سفر میں، نہ حضر میں، نہ بیماری میں، نہ تندرستی میں۔ اللہ کو ایک سیکنڈ بھی نہیں بھولا۔ یہ لکھا ہے۔ یہ کیا۔ بس اسی سے سب کچھ ملا ہے۔ کچھ اور نہیں کیا۔ وہ جنگل کورس ایک آیا ہے، وہ علیحدہ ہے۔ لیکن ایسے کوئی چلے نہیں کاٹے۔ یہ بس ذکر کیا ہے اللہ کا۔ پاس انفاس۔ وہی کہا کہ یہ کرو۔ بیعت بھی نہیں ہے۔ پہلے دو، چار، چھ مہینے کر کے دیکھو۔ مزہ آئے تو رہ جاؤ ورنہ بھاگ جاؤ۔ نہیں مناسب تو بھاگ جاؤ۔ اتنا آسان طریقہ آپؒ نے بتا دیا ہے۔ کر کے دیکھیں اس میں بڑا فائدہ ہے۔ بڑی انسانی قوت ہے۔ انسان کے سارے حواس جو ہیں وہ پہلے سے بہتر کام کرنے لگتے ہیں، جب وہ اللہ کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کا تعلق بن جاتا ہے تو اس کی ساری چیزیں اس کے ساتھ منسلک ہو جاتی ہیں۔ میاں محمد بخش بھی کہتے ہیں؛

اس داناں چتارن والا کسے میدان نہ ہردا

جو بھی ذہن میں اس کے نام کا ذکر کرتا ہے وہ کسی Field میں بھی نہیں ہارتا۔ کبھی اس کو شکست نہیں ہوتی۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ تو ایسے ہے۔ ٹھیک ہے انسان کی صلاحیتیں بنائی ہوئی ہیں لیکن وہ بھی ساری Polish ہو جاتی ہیں۔ علامہؒ بھی کہتا ہے؛

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر است

قرآنی فکر جو ہے وہ ذکر اور فکر کو Combine کر دیتی ہے۔ اللہ کا حکم بھی ہے کہ کائنات میں تفکر کرو۔ یہ سائنس جو ہے اس کا بھی کہتا ہے کہ اس پر غور کرو۔ جتنی آیات نماز کی ہیں، اس سے زیادہ آیات کائنات پر تفکر کی ہیں۔ دیکھو! کیسے زمین بنائی۔ کیسے آسمان بنائے۔ کیسے ہوائیں چلتی ہیں۔ کیسے بادلوں کو چلاتی ہیں۔ کیسے بارش برستی ہے۔ کیسے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے پانی سے۔ کیسے یہ ہے کہ پانی اور مٹی سے مختلف ذائقے کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ غور کرو۔ تفکر کرو۔ قرآن میں لکھا ہے کہ یہ تفکر نہیں کرتے، کیا ان کی موت آ گئی ہے؟ تفکر جو نہیں کریں گے قوم کے لحاظ سے ختم ہو جائیں گے۔ تدبر و تفکر کرو، ایسے قوم آگے بڑھتی جائے گی۔ ترقی کرے گی۔ آپ کی قوت بڑھتی جائے گی۔ علامہؒ نے فرمایا ہے کہ قرآنی فکر یہ ہے کہ اختلاطِ ذکر و فکر است۔ آگے انہوں نے فرمایا کہ

فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر است

فکر والی جو قوتیں ہیں، فکر والا جو Field ہے کہ کائنات میں یہ کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کو میں نے ذکر کے بغیر کمال کو پہنچتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ساتھ ذکر ضروری ہے۔ پہلے ذکر ہے پھر فکر ہے۔ جو ذکر کرتے ہیں ان کا فکر ہمیشہ کمال کو پہنچتا ہے۔ ان کی Heart penitration دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر کائنات کے راز جو ہیں وہ منکشف کرتا ہے۔

وہ اپنے ہی بزرگ تھے ناں علامہ اقبال، شاہ ولی اللہ، یہ سارے جو بھی تھے، وہ ذکر والے لوگ تھے۔ امام غزالیؒ سب جو بھی مشائخ ہیں، سب ذکر والے لوگ تھے۔ ان کو ہی سب کچھ ملا۔ علامہ اقبال جو ہے یہ اللہ والا ہی تھا۔ خود بھی کہتا ہے وہ کہ

پسند آ گئی جہاں کو قلندری میری
ورنہ شعر میرا کیا ہے، شاعری کیا ہے

میں شاعر ہوں، وہ شاعر خود کو سمجھتا بھی نہیں تھا۔ پنجابی میں ہے ناں کہ اس کو کیا پتہ کہ پنجابی کیا ہوتی ہے۔ یہ تو ہماری زبان ہے۔ کہتا ہے کہ بس پسند آ گئی جہاں کو قلندری میری۔ بس وہ اللہ کی محبت جو ہے اس میں تر ہو گیا۔ ایسے ہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان میں برکت دیتا ہے، ہر چیز میں وسعت ہو جاتی ہے۔ جہاں بھی جو کام بھی کریں گے، جس Field میں بھی ہوں گے، اللہ آپ کے ساتھ ہو گا۔

بڑا آسان ہے یہ اسے کریں۔ مختصر سا سلیبس ہے۔ نمازیں پڑھیں اور یہ چھوٹا سا کام ہے۔ نہ فرقہ واری کی بات ہے۔ ان سے بالاتر ہو کے کام کریں۔ عالمگیر محبت کریں۔ سب سے پیار کریں۔ انسان کو صرف انسان ہونے کی وجہ سے پیار کریں کہ انسان ہے اور اللہ کی بہترین مخلوق ہے۔ یہ اللہ کی صفات کا مظہر ہے۔ اس کی اَن گنت صفات کا مظہر ہے۔ اس سے پیار کریں۔ کوئی بھی ہو۔ کسی مذہب کا ہو۔ کسی فرقے کا ہو۔ ورنہ دنیا میں امن نہیں رہ سکتا اگر آپ قوموں میں تقسیم کریں گے۔ جب یہ جمعیت اقوام بنی پھر بعد میں وہ ناکام ہو گئی، پھر UNO بنی تو علامہؒ نے کہا کہ

مکے نے دیا خاکِ جنیوا کو پیغام
جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم

جمعیت اقوام جنیوا میں بنی تھی اس لئے کہا کہ خاکِ مکہ نے جنیوا کو پیغام دیا کہ جمعیتِ اقوام بنا رہے ہو یا جمعیتِ آدم بنا رہے ہو۔ جمعیتِ اقوام تو آپ نے برائی کی بنیاد پہلے ہی

ڈال دی۔ ہم قومیں ہیں علیحدہ علیحدہ۔ سب لڑیں گے۔ جمعیتِ آدم کرو۔ خاکِ مکہ نے یہ پیغام دیا کہ میں نے اسلام کے ذریعے جمعیتِ آدم بنائی ہے۔ آدم ہی اس کا ممبر ہے۔ اس کی بنیاد آدمی ہے، قومیں نہیں ہیں۔ قومیں ہوں تو یہ ہوگا کہ ہماری قوم ہی جیتے۔ علامہؒ نے یہ بھی کہا کہ

موجودہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

اس دور میں جو سب سے زیادہ پرستش ہو رہی ہے جس خدا کی اس کا نام 'وطن' ہے۔ اس کے نام پر ہی سارے گناہ، زیادتی، خونریزی، یہ سب اس کے نام پہ ہو رہے ہیں۔ یہ میرا Country ہے۔ اس کے لئے سب کچھ جائز ہے، جتنے مرضی مر جائیں، لُٹ جائیں، جو مرضی ہو جائیں، میرے Country کو فائدہ پہنچے۔

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

مذہب ہی کو مارو، اس کا کفن بناؤ، وہ Decorate ہوگا۔ قومیت اس سے مختلف ہے۔ قومیت جو ہے وہ اسلام میں بنیاد نہیں ہے۔ انسان کو بنیاد بنا کر اس کے ساتھ محبت کا وہ Manifesto دیا جائے۔ ہر انسان جو ہے وہ اس قابل ہے۔ اس کو Start کریں گے تب آپ کامیاب ہوں گے ورنہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے عالمگیر محبت کی تعلیم دے کہ من حیث القوم معاشرے کی تعمیر ہو۔ باباجیؒ نے ایک خطبے میں بھی لکھا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو اور اسی لئے حلقہ میں شامل ہوئے ہو کہ اللہ کی محبت ہمیں مل جائے، اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی تمہیں محبت ملے تو اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ ان سے پیار کرو۔ ایک حدیث قدسی ہے؛

'الخلق عیال اللہ'

مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ یہ میرا کنبہ ہے۔ مخلوق میرا کنبہ ہے۔ جو اس سے محبت کرے گا اللہ اس کا خیال رکھے گا۔ اس کی خدمت کرنے والی جماعت، اس کی خدمت کرنے والی جو قوم اُٹھے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ اسی کو تائید و نصرت سے نوازے گا۔ من حیث القوم

ایسا بننا پڑے گا تب بات بنے گی ۔Individual بڑے اچھے اچھے اولیاء کرام اور بزرگ بھی گزرے ہیں لیکن قومی Motto جو ہے یہ وہ ہونا چاہیے ۔من حیث القوم آپ خدمت کرنے والے بنیں ۔انسانوں کی نہیں، جانوروں کی نہیں، اسلام میں تو پودوں کا بھی حکم ہے کہ ان کو غیر ضروری زخمی نہیں کرنا ۔جنگ ہو جائے تو یہ نہیں ہے کہ دشمن کو تنگ کرنے کی خاطر ان کے درختوں کو کاٹو ۔جتنی ضرورت ہے اتنا ہی کرو، ان کو بھی نہیں کاٹنا ۔جانوروں کو بھی فضول میں تنگ نہیں کرنا ۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں بھی ایک بچہ انڈے لے آیا تھا اُٹھا کے، وہ چڑیا پیچھے پیچھے۔ (رسول اللہ ﷺ نے) پوچھا کہ کیا بات ہے؟ بتایا کہ انڈے لایا ہوں ۔بے چاری پیچھے پیچھے ہے ۔چھوڑ کے آؤ واپس جہاں سے اُٹھائے ہیں ۔واپس رکھوائے گئے ۔وہ ماں ہے، اس پر ظلم مت کرو ۔یہ بندوں کو جو زنجیروں میں باندھ کر لاتے تھے، اسلام نے ان کو منع کر دیا کہ مت کرو ایسے ان کو آزادی دو، دیکھو یہ کیا کرتے ہیں ۔لوگوں نے گھروں میں چڑیا گھر بنا رکھے ہیں ۔اسلام اس کو پسند نہیں کرتا ۔ان کو بھی کہا کہ ان کو آزادی دو ۔اونٹ نے تو اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کی ۔حضور ﷺ نے اس کے مالک کو بلالیا کہ اونٹ جو ہے یہ مجھے شکایت کر رہا ہے ۔تم اس سے کام لیتے ہو لیکن اس کو چارہ نہیں دیتے ۔اللہ نے یہ تمہارے ماتحت کر دیا ہے کہ اس کا خیال رکھو ۔کہا کہ یہ اونٹ ہے، گھوڑا ہے، یہ مسخر کر دیے ہیں ۔تمہاری ڈیوٹی ہے کہ ان سے کام لیتے ہو تو انہیں چارا دو ۔یہ محکمے رحم والے تو اب بنے ہیں ۔مگر یہ بات تو وہاں سے چلتی ہے کہ یہ کرو ۔

غلاموں کا ہے کہ یہ جو تمہارے پاس جنگ میں قید ہو کر آ گئے ہیں، تمہارے بھائی ہیں ۔خدا نے حالات کے تحت انہیں تمہارے تحت کر دیا ہے ۔غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو ۔کتنا مشکل کام ہے ۔ہم نے اپنے Cadre اور گریڈ بنا رکھے ہیں ۔یہ میں کھاتا ہوں، یہ وہ کھائے ۔بھائی غریب ہے تو اس کی خوراک اور ہے، ہماری اور ہے ۔وہ تو کہتا ہے کہ غلاموں کو بھی وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو ۔یہ ہے وہ عالمگیر محبت جو آدمی کو بنیاد

بنا کر کہا کہ اس پر چلو۔وہ کردار ہے کہ ایسا کیا۔سارے حقوق جو تھے انسانی وہ دیے۔غلامیوں سے نجات دلائی۔باباجیؒ نے بھی فرمایا کہ یہ کرو۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں بھی ہے کہ جارہے تھے کہ سنا، کسی نے کہا کہ حرام زادی۔ اسے بلالیا کہ تم ثابت کرو کہ یہ حرام زادی ہے۔تم نے تو زنا کا Blame کیا ہے۔یہ کیسے حرام زادی ہے؟ پکڑے گئے، معافی مانگی پھر جان چھوٹی کہ زبان کو قابو میں رکھو۔اچھے طریقے سے زبان کو کنٹرول میں رکھو۔بیوی کو یہ کہہ دیا، وہ کہہ دیا۔فرمایا کہ زبان کو قابو میں رکھو۔یہ کیا ہے کہ آپ کو پتا چلے کہ اللہ کا حکم جو ہے وہ تماشا نہیں ہے کہ جیسے کرلیا۔زبان بھی آپ کی کنٹرول میں ہونی چاہیے۔بات سے ہی مسلمان بنتا ہے۔بات سے ہی کفر ہوتا ہے۔بات سے ہی نکاح ہوتا ہے۔بات سے ہی نکاح ٹوٹتا ہے۔مومن کی زبان کا صحیح استعمال ہونا چاہیے۔تو وہ حقوق جو تھے وہ اللہ تعالیٰ نے دیے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک لڑکی پیش ہوئی کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ جو ہے وہ میری شادی اپنے بھتیجے سے کررہا ہے۔وہ امیر ہے۔مجھے پیسے کا لالچ نہیں۔اس نے میرے باپ کو پیسہ دیا ہے۔یہ میرا نکاح اُس سے کررہا ہے۔مجھے وہ لڑکا پسند نہیں ہے۔مجھ سے پوچھے بغیر انہوں نے میرا رشتہ طے کردیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ نصیحت نہیں کی کہ وہ تیرا باپ ہے۔بلالیا ان کو کہ آؤ جی۔پوچھا کہ ایسا کیا ہے؟ پیسے بھی دیے ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی کیا ہے۔پیسے بھی دیے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔جہاں بیٹی چاہے گی وہیں ہوگا۔موجودہ زمانہ زبردستی آپ کو اس طرف لا رہا ہے۔سوچنا پڑ رہا ہے کہ سوچیں مگر رسول اللہ ﷺ کا حکم تو پہلے ہی ایسے تھا کہ بیٹی اور بیٹا، ان سے رائے ضرور لیں۔لڑکی کی خاموشی، نیم رضا سب ٹھیک لیکن پوچھنا ہے۔تب رشتہ ہوگا۔مولوی ہم سے نہیں پوچھتے بلکہ اس سے پوچھتے ہیں کہ قبول ہے۔نکاح اُن کے کہنے سے ہوگا۔ہمارے کہنے سے نہیں ہوگا۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ نہیں ہوگا، جہاں یہ لڑکی چاہے گی وہاں ہوگا۔پھر اس بیٹی نے کہا کہ ٹھیک ہے یا رسول اللہ ﷺ میں اسی لئے

آئی تھی کہ میرے آنے سے عورت کے حقوق واضح ہو جائیں۔ آپ ﷺ میرے باپ کو کہیں کہ جہاں چاہے کردے۔ میرے آنے کا مقصد یہ تھا۔ آپ ﷺ میرے باپ سے کہیں کہ جہاں پر چاہے میرا رشتہ کردے۔ یہ اسلام کی وہ تعلیم ہے۔ عورت کو حقوق دیے ہیں تو اس کے مطابق کہا ہے کہ اس طرح کرو۔ حکم ہے۔ بھائی لوگ جو پوچھ لیتے ہیں اچھی بات ہے۔ کرنا چاہیے۔

اسی طرح یہ بنیاد بنائی انسانیت کی کہ اس پر چلو۔ انسان کو بنیاد بناؤ۔ اس اشفاق احمد کا جو زاویہ پروگرام چلتا تھا اس کی اب کتابیں چھپ گئی ہیں پانچ چھ جلدوں میں۔ اس میں ایک جگہ لکھا ہوا ہے کہ Canada میں تھا میرا ایک دوست۔ Media میں تھا کسی TV وغیرہ میں۔ مجھے پتا چلا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ میں گیا ہوا تھا تو سوچا اس سے مل آتا ہوں تو چلا گیا وہاں۔

اس نے کہا کہ بس یار اشفاق احمد اب ہی ہم نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے پتا چلا ہے کہ یہ کیا ہے۔ یہ زبردست ہے۔ صرف اس میں اہلیت ہے کہ پوری دنیا کو اکٹھا کردے۔ اس بنیاد پر۔ انسانیت کی بنیاد پر۔ اس دین کی بنیاد جو ہے وہ نظریاتی ہے۔ اس کی بنیاد کسی خاص کے لئے، بنی اسرائیل کے لئے، یا فلاں کے لئے نہیں ہے۔ پوری انسانیت کے لئے ہے۔ اس کا رسول ﷺ بھی یہ دعوت دیتا ہے کہ میں تم سب کو دعوت دیتا ہوں۔ اللہ بھی یَـاَیُّھَـا النَّـاس کہتا ہے۔ یہ کسی خاص قوم کے لئے یا کسی خاص شہر کے لئے نہیں ہے۔ اس میں نظریات ہیں۔ جوان Facts کو مان لیتا ہے، وہ اس Community میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ کسی Colour کا ہو خواہ جو ہو۔ یہ اتنی زبردست کشش ہے کہ ہر انسان کے لئے ہے۔ وہ کوئی کالا، گورا، یا کسی کو خاص نہیں ہے۔ By birth کوئی کسی سے افضل نہیں ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ۔ اللہ کے نزدیک اچھا وہ ہے جو اللہ سے زیادہ پیار کرتا ہے، زیادہ متقی ہو۔ وہ اللہ کے نزدیک ہے۔ By birth کسی کو یہ Right نہیں ہے کہ میں برتر انسان ہوں۔

اس نے کہا کہ یہ بات جو ہے یہ سب کو اکٹھا کردے گی۔ تم دیکھنا کہ پانچ، چھ ہزار لوگ اگر ہو گئے ناں تو دیکھنا کہ کیسے تحریک چلتی ہے۔ دنیا میں کیسے انقلاب آتا ہے۔ اس (اشفاق احمد)

نے کہا کہ پانچ، چھ ہزار۔ہم تو ایک ارب سے زیادہ ہیں مسلمان ۔اس نے کہا کہ تمہاری بات نہیں کررہا۔آپ کام نہیں کر سکتے۔یا روتے ہیں یا لُڈی مارتے ہیں ۔دو ہی کام ہیں جو کرتے ہیں ۔جب مر جائیں مسلمان تو روتے ہیں کہ مر گئے ،یہ ہو گیا۔کرکٹ جیت جائے پاکستان تو لُڈی مارتے ہیں کہ شاید دنیا فتح کر لی ہے۔اس نے کہا کہ یہ آپ نہیں کر سکتے۔یہ گورے بالوں والے جو ہیں،اگر یہ چھ ایک ہزار بندہ یورپ میں مسلمان ہو گیا تو پھر دیکھنا اسلام کی قوت کیا ہے۔کیسے چلتا ہے یہ پھر۔اس نے کہا ہم جو سوا ارب ہیں؟ تو اس نے کہا کہ وہ جو بینڈ کے پیچھے ٹلی بجانے والے ہوتے ہیں ویسے آپ بھی آجانا۔ورنہ آپ کا کوئی Active role نہیں ہوگا۔وہ کریں گے جو وہ آئیں گے۔یہ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے قرآن میں کہ تم نہیں کرو گے تو ہم کسی دوسری قوم کو کھڑا کردیں گے۔وہ کرسکتا ہے۔ساری مخلوق اس کی اپنی ہے۔سارے اسی کے ہیں جو آجائے گا۔وہ کسی کام کرنے والی قوم کو آگے اُٹھا دے گا۔ وَلَا یَخَافُونَ لَوْمَةَ (سورۃ المائدہ ۵۔آیت ۵۴) وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔یہ ہو گیا جی،وہ ہو گیا جی۔یہ ملّا بن گئے۔یہ ہو گیا۔وہ پرواہ نہیں کرے گا۔اللہ کا حکم ہے جو مرضی کرو۔وہ اس پہ چلیں گے۔اللہ ان کو اُٹھائے گا۔دنیا ان کے حکم کے مطابق ہی چلے گی۔فرمایا کہ ان کو اُٹھا لوں گا میں۔وہ جو کام کرنے والے بندے ہیں،ان کو آگے کردے گا۔بحر حال بہتر تو یہ ہے کہ ہم ہی بن جائیں۔ اسلام کے Carrier ہیں۔کتاب آپ کے پاس ہے۔ہم ہی کام کرنے والے بن جائیں۔ Claimant بھی ہیں کہ ہمارے پاس ہی ہے۔ہم ہی اچھے ہو جائیں تو اچھی بات نہیں ہے؟ بجائے اس کے کہ کسی دوسری قوم کو اللہ میاں اُٹھائے۔وہ جیسے بنی اسرائیل کے لئے کہا ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے گدھے جن پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔علم ہے،کتاب ہے مگر وہ اس سے فائدہ کوئی نہیں اُٹھا رہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سیّد رحمت اللہ شاہ

مورخہ: 10.06.2004

السَلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ !

اللہ تعالیٰ کرے، آپ پوری طرح صحت منداور بخیریت سے ہوں۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ گرمی کا موسم ہے اس لئے کھانے پینے میں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

قبلہ انصاریؒ نے جو وصیت نامہ تحریر فرمایا تھا، اس کی کمپوزنگ رستم سدھو صاحب نے کی تھی جو بعد میں سپریم کورٹ کے جج بنے تھے۔ اس میں آستانہ توحیدیہ کی بلڈنگ، الیکٹرک اور سینٹری فٹنگ سمیت ہر چیز کا ذکر کیا گیا تھا کہ جب توحیدیہ جماعت کا مرکز ہے، اس کے اخراجات میرے مُریدوں نے مل کر برداشت کئے۔ یہ میری یا بعد میں آنے والے کسی شیخ کی ذاتی ملکیت نہ ہے۔ شیخ اور اس کی فیملی اس میں رہائش اختیار کر سکے گی۔ اس کی وفات کے بعد ان کی جگہ دوسرے شیخ کی فیملی لے گی۔ حلقے کے بھائی روحانی تربیت کے لئے مختصر وزٹ پر آسکیں گے یا اس جگہ پر جلسہ منعقد کر سکیں گے۔ آستانہ کا مکمل کنٹرول شیخ کے ہاتھ میں ہوگا۔ وہ کسی بھی بھائی کو آستانے میں داخل ہونے سے منع کر سکتا ہے۔ پیرا نمبر ۶ جس کی کاپی آپ کے پاس ہے، وہ خلیفہ یا جانشین کی نامزدگی کے بارے میں ہے۔ اس طرح حلقہ کے فنڈ کے بارے میں بھی تحریر ہے کہ شیخ سلسلہ حلقہ کے کسی بھائی (جو اس کا رشتہ دار نہ ہو) کے ساتھ مل کر جائنٹ اکاؤنٹ کھولے گا تا کہ کم از کم ایک بھائی ضرور آگاہ ہو کہ رقم کس لئے نکلوائی جا رہی ہے اور سالانہ گوشوارہ

بھی بھائیوں کو پیش کیا جائے گا۔ ماڈل ٹاؤن سوسائٹی یا ٹیپلٹی بلز میں سہولت کی خاطر شیخ سلسلہ کا نام لکھوایا جاسکتا ہے۔

قبلہ حضرتؒ نے یہ بھی لکھا کہ میں نے بنوں والا مکان جو فروخت کیا اور مریدوں سے مجھے نذرانہ کے طور پر ملنے والی رقم علیحدہ اکاؤنٹ میں رکھی ہے، وہ میری بیٹیوں میں لکھی ہوئی نسبت کے مطابق تقسیم کر دی جائے گی۔

الغرض شیخِ سلسلہ کو مکمل اختیار تو ہر معاملہ میں دیا گیا ہے، کیونکہ یہی محفوظ راستہ اور بہترین نظم کی صورت ہے۔لیکن یہ بار بار لکھا گیا ہے کہ سارے معاملات طریقت توحیدیہ کے مطابق چلائے جائیں گے اور یہ بات کہ ملکیت جماعت کی ہے، کسی فرد کی نہیں۔سب بھائیوں کو سلام کہہ دیں۔

والسلام

مورخہ: 04.09.2004

السَلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ !

یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے امتحان پاس کر لیا ہے۔اللہ تعالیٰ انٹرویو میں بھی کامیاب فرمائے۔آمین! اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ آپ کی مراد پوری فرمائے اور ملک کی خدمت کا بہتر موقع نصیب فرمائے۔

آج صبح طالب صاحب کا فون آیا تھا کہ عبداللہ شاہ صاحب دوکان کا مال خریدنے کے لئے گوجرانوالہ آئے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے توقع ہے کہ کپڑے کے کاروبار میں کامیابی سے نوازے اور وسعتِ رزق کا وسیلہ بنادے گا۔آمین!

جس وظیفہ کے بارے میں آپ نے لکھا تھا وہ شادی کے لئے معقول و مناسب رشتہ حاصل کرنے کیلئے ہے اور اس طرح ہے کہ لڑکی / لڑکا خود پڑھے یا والدہ پڑھیں:

اوّل و آخر تین تین مرتبہ نماز والا درود شریف پڑھنا ہے اور وظیفہ یہ کہ روزانہ 41 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھیں، اور 90 دن پڑھیں۔ ماہانہ طہارت کا مسئلہ ہو تو چند دن وظیفہ چھوڑ دیں۔ تاہم ٹوٹل 90 دن کرنا ہوگا۔ اور روزانہ دُعا کی جائے کہ یا اللہ! تو اپنے فضل سے مناسب، معقول اور نیک رشتہ عطا فرما! اسی دوران اگر منگنی ہو جائے تو پھر بھی وظیفہ جاری رکھنا ہے اور پھر یہ دُعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اب تیری رحمت سے جلد شادی سرانجام پائے۔ یہ بھی ہو جائے تو پھر پُر اطمینان اور باعزت زندگی کیلئے دُعا کی جائے۔ الغرض وظیفہ 90 دن ضرور پورا کرنا ہوتا ہے۔ یہ بڑا اچھا وظیفہ ہے۔ میری طرف سے تمام برادران اور اہل خانہ کو سلام۔

مورخہ: 16.09.2004

آج صبح صبح ہی آپ کا خط ملا۔ خط پڑھ کر فوری آپ کی کامیابی کیلئے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ مقام سے اور وسیع پیمانے پر ملک و ملّت کی خدمت کا موقع عطا فرمائے۔ آمین!
ڈیٹ شیٹ کے مطابق ساتھ ساتھ بھی یہ دُعا کا سلسلہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔
اَللّٰہُ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ o روزانہ کم از کم ایک تسبیح ضرور پڑھیں۔

حَسبِیَ اللّٰہ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْر o
سات سات مرتبہ نمازِ مغرب اور نمازِ فجر کے بعد پڑھیں۔

حصولِ استقامت

(حافظ ابنِ قیم الجوزیؒ)

احوال، اقوال اور اعمال میں استقامت کی طرف پہنچانے والے قریبی راستہ کیلئے دو چیزیں ہوتی ہیں:

(الف): دل میں آنے والے خیالات و وساوس پر کڑی نظر رکھی جائے، انہیں آزاد نہ چھوڑا جائے اور یہ نہ ہو کہ انسان ان کے اندر بہہ ہی جائے۔ فساد کی اساس اور جڑ یہی وسوسے ہیں۔ یہی شیطان اور نفس کا پہلا بیج ہیں۔ جب بیج جڑ پکڑ جاتا ہے تو شیطان اسے بار بار پانی دیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ یہ وساوس ارادوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر شیطان انہیں سیراب کرتا ہے یہاں تک کہ یہ عزائم (پختہ ارادے) بن جاتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ اعمال پر ان کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وساوس اور خیالات پر قابو پانا ارادوں اور عزائم پر قابو پانے سے زیادہ آسان ہے۔ وساوس کے پختہ ارادہ کی شکل اختیار کر لینے کے بعد انسان ان کے روکنے سے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا ہے۔ انسان بہت کوتاہی کا مرتکب ہوا کہ اس نے وسوسہ پر اس وقت قابو نہیں پایا جب وہ بہت ہی معمولی اور کمزور تھا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص نے خشک ایندھن میں پڑنے والے شرارے کو بجھانے میں لاپرواہی کی تو جب وہ بھڑک اُٹھا تو اسے بجھانا اس کے لئے محال ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ ان وسوسوں اور خیالات کو روکنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو میں (ابن قیم) کہتا ہوں کہ اس کے بہت سے ذرائع ہیں:

1- اس بات کا پختہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل سے واقف ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس پر نظر ہے، وہ دِل میں آنے والے خیالات کی تمام تر تفصیلات کا علم رکھتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کریں۔

3- اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کو مدنظر رکھیں کہ وہ اس خانۂ دل میں، جسے اس نے اپنی معرفت و محبت کیلئے پیدا کیا ہے، ایسے ایسے خیالات آباد دیکھے۔

4- آپ کو اس بات کا خوف ہونا چاہیے کہ کہیں آپ ان خیالات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نظر سے گر نہ جائیں۔

5- آپ اللہ تعالیٰ کیلئے اس بات کو ترجیح دیں کہ اس کے علاوہ اپنے دل میں کسی کی محبت نہ بسائیں۔

6- آپ کو اس بات کا خطرہ لاحق ہونا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات کی چنگاری بھڑک اُٹھے اور دل میں موجود ایمان اور اللہ کی محبت کی متاع کو خاکستر کر دے اور آپ کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔

7- آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ خیالات اس دانے کی مانند ہیں جو پرندے کو شکار کرنے کیلئے پھینکا جاتا ہے۔ جان لو کہ ان خیالات میں سے ہر خیال آپ کو شکار کرنے کیلئے لگائے گئے جال کا دانہ ہے جب کہ اسے سمجھتے نہیں!

8- آپ کو یہ شعور ہونا چاہیے کہ ایمانی خیالات، محبت الٰہی اور انابت کی کیفیات اور یہ گھٹیا خیالات ایک جگہ قطعاً جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ یہ جب بھی ایک دل میں جمع ہوں گے ایک، دوسرے پر غالب آ کر اسے نکال دے گا اور خود اسکی جگہ لے لے گا۔ ایسے دل کا تصور کریں جس میں ایمان اور معرفت و محبت کے خیالات تھے۔ مگر ان پر نفسانی اور شیطانی خیالات غالب آ گئے اور انہوں نے ان خیالات کو نکال کر وہاں خود

بسیرا کرلیا۔اگر دِل میں زندگی ہوگی تو وہ اس حملے اور درد کو محسوس کرے گا۔

9- انسان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ خیالات، خیال کے سمندروں میں سے ایک ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں۔جب دِل اس بحرِ بے کنار میں آتا ہے تو غرق ہوجاتا ہے اور اس کے اندھیروں میں سرگرداں پھرتا ہے۔وہ اس سے خلاصی پانا چاہتا ہے مگر اس کی، اسے کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔تو وہ دل جس پر خیالات کا قبضہ ہوجائے وہ فلاح سے بہت دُور ہے، وہ عذاب میں گرفتار ہوکر بیکار باتوں میں مشغول ہوجاتا ہے۔

10- یہ نفسانی خیالات احمقوں کی وادی اور جاہلوں کی بے بنیاد خواہشات ہیں۔ان کے حاملین ندامت اور رسوائی کا ہی سامنا کرتے ہیں۔یہ نفسانی خیالات دل پر تسلط حاصل کر لیتے ہیں، اس پر وساوس کا ہجوم کرتے ہیں، اس کی حکومت کا خاتمہ کردیتے ہیں، اس کی رعایا کو بگاڑ دیتے ہیں اور اسے طویل قید میں ڈال دیتے ہیں۔

نفسانی خیالات وجذبات کے یہ نتائج تو معلوم ہیں، جبکہ ایمانی، رحمانی جذبات ہر خیر کا سرچشمہ ہیں، دل کی زمین میں اگر ایمان، خشیت، محبت، انابت، انعام کے وعدے کی تصدیق اور ثواب کی اُمید کے جذبات کا بیج بویا جائے اور انہیں یکے بعد دیگرے سیراب کیا جاتا رہے، ان کا مالک ان کی حفاظت اور نگرانی مسلسل کرتا رہے تو اسے عمدہ پھل دستیاب ہوں گے۔اس کا دل حسنات سے بھر جائے گا اور اعضاء و جوارح اطاعت کرنے لگیں گے۔......

(نفسانی خیالات سے دل کو محفوظ رکھنے کی کوشش اسی وقت کارآمد ہوگی جب درج ذیل دو شرائط کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔)

پہلی شرط: کوئی بھی فرض وواجب اور سنت ترک نہ کی جائے۔

دوسری شرط: نفسانی خیالات کو صرف روکنا ہی مقصود نہیں بلکہ ان کی جگہ ایمان، محبت، انابت، توکل اور خشیت کے جذبات رکھے جائیں، نفسانی خیالات وجذبات کو دل سے نکال کر

ان کی جگہ نیک جذبات آباد کئے جائیں ورنہ جب تمام قسم کے خیالات سے دل کو خالی کردیا جائیگا تو نقصان ہوگا۔انسان کو اس میں بہت سمجھ داری سے کام لینا چاہیے۔بہت سے اربابِ سلوک و تصوّف نے ہر طرح کے خیالات کو ترک کیا۔اس صورت میں شیطان نے ان میں طرح طرح کے وساوس اور شبہات و خیالات ڈال دیئے ، وہ ان شیطانی خیالات کو تلاش حق اور رحمانی کشف سمجھ کر غلط راہ پر پڑ گئے ۔اس سلسلے میں کسوٹی کتابِ ناطق (قرآن مجید)،فطرت سلیمہ اور نورِ نبوت سے فیض یافتہ عقل ہے۔۔

ب: اللہ تعالٰی سے ملاقات کی سچی تیاری،حصول استقامت کیلئے انتہائی مفید ہے۔ جواللہ تعالٰی سے ملاقات کی تیاری کرے گا اس کا دل دنیا و مافیہا اور اس کے مطالبات سے کٹ جائے گا۔اس کی حرص وہوس کی آگ بجھ جائے گی اور اس کا دل اللہ تعالٰی کی طرف جھک جائے گا،اس کی سوچ اللہ تعالٰی،اس کی محبت اور اس کی خوشنودی کی ترجیح پر ٹھہر جائے گی ۔اس میں نیا ولولہ اور علم جنم لے گا۔اس کی نئی زندگی کا آغاز ہوگا جس میں اس کے دل کو دارِ آخرت سے وہی نسبت ہوگی جو اس کے جسم کو اس دنیا سے اس وقت ہوتی ہے جب وہ شکمِ مادر میں تھا۔اس کے دل کو اسی طرح حقیقی زندگی ملتی ہے،جس طرح اس کے جسم کو حقیقی زندگی ملی تھی۔جس طرح ماں کا شکم اس دنیا تک کیلئے رکاوٹ تھا اسی طرح اس کی نفسانی خواہشات اس کے دل کیلئے دارِ آخرت کی راہ میں رکاوٹ تھیں،دل کا خواہش سے نکلنے کے بعد دارِ آخرت کی طرف چلنا ایسے ہی ہے جیسے اس کے جسم کا شکمِ مادر سے اس دنیا میں آنا۔حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے منسوب قول کا یہی مطلب ہے،انہوں نے فرمایا تھا:

اے بنی اسرائیل! ”تم آسمانی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔یہاں تک کہ دوبارہ پیدا کئے جاؤ۔“

محبت اور اخوت

(امام ابوحامد محمد الغزالیؒ)

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرنا، اور دین کی بنیاد پر رشتۂ اخوت قائم کرنا افضل ترین اطاعت ہے، لیکن اس محبت اور رشتۂ اخوت کی کچھ شرائط و آداب ہیں، جن کی تکمیل کے بعد ہی آدمی اللہ کیلئے محبت کرنے والا کے لقب کا مستحق ہوتا ہے، اگر شرائط و آداب ملحوظ رہیں تو اخوت کا رشتہ تمام کدورتوں سے پاک وصاف رہے گا اور شیطانی وسوسے اس پر اثر انداز نہ ہوں، دوستی اور اخوت کے حقوق کی ادائیگی اور شرائط کی پابندی سے انسان اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام حاصل کرتا ہے۔

محبت خوش خلقی کا ثمرہ ہے اور افتراق بدخلقی کا نتیجہ ہے، حسن اخلاق سے محبت بڑھتی ہے یگانگت پیدا ہوتی ہے، اور دُوری قربت میں بدل جاتی ہے۔ بداخلاقی ایک مہلک مرض ہے، اس سے بغض، کینہ، نفرت اور حسد جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں، حسن خلق اور بدخلقی دونوں دو درخت ہیں، ایک درخت اپنے جلو میں خوبصورت اور لذیذ و شیریں پھل سمیٹے ہوئے ہے، اور دوسرا درخت بدمزہ اور بدشکل پھل اُٹھائے ہوئے ہے۔ شریعت میں حسن خلق کی بڑی فضیلت ہے۔ قرآن کریم نے سرکار دو عالم ﷺ کے اس وصف کو خاص طور پر فرمایا:

"اور بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں"۔

سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"اکثر لوگ جنت میں اللہ کے خوف وخشیت اور حسن خلق کی بناء پر داخل ہونگے۔"

(ترمذی)

اُسامہ ابن شریکؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! انسان کو سب سے بہتر کیا چیز عطاء کی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حسنِ خلق۔ **(ابن ماجہ)**

حضورِ اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ مبارک ہے: ''میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ''میزانِ عدل میں سب سے بھاری جو چیز رکھی جائے گی وہ خوش خلقی ہے۔''

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! حسنِ خلق کو لازمی پکڑو! انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حسنِ خلق کیا چیز ہے۔ فرمایا:

''حسنِ خلق یہ ہے کہ تم اس شخص سے صلہ رحمی کرو جو تم سے قطع تعلق کرے، جو تم پر ظلم کرے، اسے معاف کرو جو تمہیں محروم رکھے اسے دو۔''

حسنِ خلق کا ثمرہ محبت، اور انس ہے، حسنِ خلق کی فضیلت سے محبت والفت کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔ اگر الفت کا رشتہ تقویٰ، دین، اور اللہ کی محبت کی بنیادوں پر قائم ہو تو ایک مبارک اور قابلِ تحسین جذبہ ہے اور باری تعالیٰ کا انمول عطیہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

: ''صحیح معنٰی میں مومن وہ ہے جو محبت کرے اور محبت کرائے، اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ خود محبت کرے اور نہ دوسرے اس سے محبت کریں۔'' **(طبرانی۔احمد)**

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب دو شخص اللہ کیلئے محبت کرتے ہیں تو اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ شخص ہوتا ہے جس کے دل میں دوسرے کی محبت زیادہ ہو۔'' (ابن حبان ، حاکم)

دینی اخوت کی فضیلت کے سلسلے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے کچھ ارشادات یہ ہیں فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہے جو میرے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں، میری محبت ان لوگوں کیلئے ثابت ہے جو میری خاطر ایک

دوسرے کو چاہتے ہیں میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہے جو میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، جو میری وجہ سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں"۔

" اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میرے جلال کی خاطر محبت کرنے والے آج کے دن کہاں ہیں! میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دونگا کہ اس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔"(**مسلم**)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سات افراد کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ دیں گے، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: عادل حکمران، اس نوجوان کو جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشو ونما پائی، اس شخص کو جس کا دل مسجد سے نکلنے کے بعد واپس آنے تک مسجد میں اٹکا رہتا ہے، ان دو آدمیوں کو جنہوں نے اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کی جو اللہ کی خاطر اکھٹے ہوئے، اور جو اللہ کیلئے جدا ہوئے، اس شخص کو جس نے تنہائی میں اللہ کو خشیت سے یاد کیا تو اس کی آنکھیں چھلک اُٹھیں، اس شخص کو جسے کسی خاندانی اور خوبصورت عورت نے دعوت گناہ دی تو اس نے یہ کہہ کر اس کی دعوت ٹھکرا دی کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اُس شخص کو جس نے کوئی صدقہ کیا تو اسے اتنا چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دائیں ہاتھ نے اللہ کی راہ میں کیا دیا"۔(بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" ایک شخص اپنے دینی بھائی سے ملاقات کیلئے چلا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ مقرر فرما دیا، فرشتے نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ شخص کہتا ہے کہ میں فلاں بھائی سے ملنے کیلئے جا رہا ہوں۔ فرشتہ پوچھتا ہے: کیا تمہیں اس سے کوئی کام ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں! فرشتہ پوچھتا ہے کہ کیا تمہاری اس سے کچھ رشتہ داری ہے؟ اس نے کہا نہیں! فرشتہ پھر پوچھتا ہے کہ کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا؟ اس نے کہا نہیں! فرشتہ پوچھتا ہے کہ پھر کس مقصد سے تم اس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس شخص سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔

فرشتہ اس کو بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس یہ اطلاع دے کر بھیجا ہے کہ وہ تم سے بھی محبت کرتا ہے اس لئے کہ تم فلاں شخص سے اللہ کیلئے محبت کرتے ہو اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جنت واجب کردی ہے۔'' (**مسلم**)

حضرت براء ابن عازبؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایمان کے حلقوں میں زیادہ مضبوط محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ کے حلقے ہیں۔''(**احمد**)

حضرت ابوادریس خولانیؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت معاذ ابن جبلؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آپ سے اللہ کیلئے محبت ہے، فرمایا کہ اگر واقعی ایسا ہے تو تمہارے لئے ایک زبردست بشارت ہے، میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز عرش الٰہی کے اردگرد کچھ لوگوں کیلئے کرسیاں بچھائی جائیں گی، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے لوگ اس روز مضطرب اور پریشان ہوں گے، لیکن وہ پریشانی و اضطراب سے آزاد ہوں گے، لوگ خوف زدہ ہونگے، لیکن وہ بے خوف نظر آئیں گے، وہ اولیاء ہوں گے کہ نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غم محسوس کریں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کیلئے محبت کرتے ہیں۔ (**ترمذی**)

گزشتہ قوموں کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی اور فرمایا کہ اے داؤد! کیا بات ہے کہ تم گوشہ نشین رہتے ہو؟ عرض کیا: یا باری تعالیٰ! میں نے تیرے لئے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے، فرمایا: اے داؤد! ہوشیار رہو اپنے لئے دوست بناؤ اور جو شخص میری رضا پر تمہارا ساتھ نہ دے اس سے دوستی مت رکھو، وہ تمہارا بھی دشمن ہے، یہ دوست نما دشمن تمہارے دل میں قساوت پیدا کر دیگا اور تمہیں مجھ سے دور کر دے گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق روایات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ ! میں کیا عمل کروں کہ لوگ مجھ سے محبت کرنے لگیں اور اس تعلق پر آنچ نہ آئے

جومیرے اور آپ کے درمیان ہے۔وحی نازل ہوئی کہ لوگوں کے ساتھ ان کے اخلاق کے مطابق سلوک کرو اور جو معاملہ میرے اور تمہارے درمیان ہے اس میں احسان کرو۔"

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اہل دنیا سے دنیا کے اخلاق کے ساتھ اور اہل آخرت سے آخرت کے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے قیامت کے دن سرخ یاقوت کے ایک ستون پر ہونگے،اس ستون کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیاں ہونگی اور وہ لوگ جنت کے مکینوں کو جھانکیں گے ،ان کا حسن اہل جنت کیلئے اتنا تابندہ روشن ہوگا،جس طرح سورج اہل دنیا کیلئے روشن ہوتا ہے۔ اہل جنت ایک دوسرے کو کہیں گے کہ آؤ چلو اللہ کیلئے محبت کرنے والوں کو دیکھیں،چنانچہ اہل جنت کیلئے ان کا حسن سورج کی طرح ضیاء بار ہوگا۔ان لوگوں کے جسموں پر سبز دیبا کا لباس ہوگا اور انکی پیشانیوں پر یہ عبارت کندہ ہوگی،"اللہ کیلئے محبت کرنے والے۔"(**ترمذی**)

حضرت فضیل ابن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ "آخر تم کس بناء پر فردوس بریں کے مکین بنا چاہتے ہو،اور کس بنیاد پر دار رحمٰن میں،انبیاء،صدیقین،شہداء اور صالحین کی معیت کی خواہش رکھتے ہو،تم نے کون سا عمل کیا ہے؟ کون سی شہوت ترک کی ہے؟ کون سا اور کب غصہ پیا ہے؟ اور کس شخص سے اللہ کیلئے محبت کی ہے۔؟

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ" اگر تمہیں کسی بھائی سے محبت ہوجائے تو اسے غنیمت سمجھو، اس محبت کی حفاظت کرو،شاذونادر ہی کسی شخص کو اللہ کیلئے محبت ہوتی ہے"۔حضرت مجاہدؒ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ کیلئے محبت کرنے والے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں تو ان کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح خزاں کے موسم میں درختوں سے پتے گرتے ہیں۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ" محبت اور رحمت کی نظر سے بھائی کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔"

جس شخص پر محبت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے وہ ان لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے جو باری تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرتے ہوں،عالم دین ہوں،خوش اخلاق ہوں،شرعی اوصاف سے متصف ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے صاحب ایمان کے سامنے جب دو ایسی شخصیات کا ذکر ہوتا ہے جن میں سے ایک عالم و عابد ہو، اور دوسرا فاسق و جاہل تو وہ اپنے دل میں عالم کی طرف میلان محسوس کرتا ہے، باری تعالیٰ کی محبت میں جس قدر قوت یا ضعف ہوگا اسی قدر یہ میلان بھی قوی یا ضعیف ہوگا۔ اس میلان کیلئے عالم کی موجودگی شرط نہیں ہے بلکہ وہ اس کی عدم موجودگی میں بھی یہ جذبہ محسوس کرتا ہے یہی محبت فی اللہ ہے، ظاہر ہے کہ کسی عالم و عابد سے اس کی محبت کا اس کے سوا کوئی مقصد نظر نہیں آتا کہ وہ عالم ہے، عبادت گزار ہے اور اپنے علم و عبادت کی بناء پر باری تعالیٰ کے یہاں مقبول و پسندیدہ ہے۔ بزرگوں کی محبت بھی اللہ کی محبت میں داخل ہے کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں، دنیا میں بھی یہ دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ وغیرہ سے محبت کرتا ہے تو اس کے خواص، خدام اور محبوبین بھی اسے محبوب ہوتے ہیں۔ کبھی محبت اس قدر غالب ہوتی ہے کہ دل میں محبوب کی خواہش کے علاوہ کوئی خواہش باقی نہیں رہتی۔ جس شخص کے دل میں محبوب کی محبت راسخ ہوجاتی ہے، وہ ہر چیز محبوب پر قربان کر دیتا ہے، مال بھی اور جان جیسی قیمتی چیز بھی۔ وہ اپنے لئے کچھ بچا کر نہیں رکھتا۔ جیسے حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تمام مال بھی آپ ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا تھا۔

جب بندۂ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجاتی ہے اور قوت پکڑتی ہے تو صرف محبوب کی ذات تک محدود نہیں رہتی، بلکہ ان چیزوں تک تجاوز کرتی ہے جن سے محبوب کا ادنیٰ سا بھی تعلق ہو، اور غلبہ محبت کی بناء پر پیش آنے والی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتا بلکہ راحتِ جان سمجھتا ہے، اپنے محبوب کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔

توبہ

(سیّد خورشید احمد گیلانی)

جب ہم تصوّف کی مستند اور اُمہات کتب کا مطالعہ کرتے اور صوفیائے کرام کی مجالس، محافل کے بارے میں پڑھتے ہیں، تو وہاں، " توبہ" کی تلقین و تعلیم کا بکثرت ذکر ملتا ہے، بلکہ صوفیائے کرام کے ہاں خصوصی تقرب حاصل کرنے کا طریقہ ہی یہ تھا کہ انسان تمام آلائشوں سے مصفّٰی، تمام لغزشوں سے معرّا، تمام فرو گذاشتوں سے مبّرا اور تمام گناہوں سے تائب ہو کر اُن کی خدمت میں پہنچے، توبہ کا صوفیاء کے ہاں کیا مقام و مرتبہ ہے اور کتنی اہمیت و فضیلت ہے، اس کا اندازہ شیخ عبداللہ انصاریؒ کی تحریر کے درج ذیل اقتباس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

"توبہ راستے کا نشان، باریابی کی راہ نما، خزانے کی کلید، وصال محبوب کی شفیع، عظیم وسیلہ، قبولیت کی شرط اور تمام مسرتوں کا سرچشمہ ہے۔"

قرآن مجید کے مطالعہ سے توبہ کے بارے میں جو خاکہ اُبھرتا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ انسان، جہالت و نادانی کی بنیاد پر گناہ کر بیٹھے، پھر اُسے اپنے گناہ کا شدید احساس ہو، بعد ازاں وہ فوراً اس کی تلافی کر دے۔ توبہ کے تین عناصر ترکیبی ہیں۔ احساس و اعتراف جرم، تلافی مافات اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم بالجزم جیسا کہ قرآن میں ارشاد گرامی ہے:

ثُمَّ إِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِينَ عَمِلُواْ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُواْ مِن بَعْدِ ذَلِکَ وَأَصْلَحُواْ إِنَّ رَبَّکَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورۃ النحل : 119)

ترجمہ: " پھر آپ کا ربّ ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برا کام کیا، پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور (آئندہ کے لئے) اپنے اعمال درست کر لئے تو آپ کا ربّ اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے۔"

توبہ کے بارے میں امام غزالیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتب کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین میں مفصل بحث کی ہے جس میں کوئی پہلو تشنہ نہیں رہا۔ احادیث نبوی ﷺ میں بھی توبہ کی فضیلت اور رتائب کی عظمت پر خاصہ زور دیا گیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں ایک ہی حدیث اپنے مدّعا کو واضح کرنے کیلئے کافی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے توبہ کرنے سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے اگر تم میں کسی کی لق و دق صحرا میں سواری گم ہو جائے جس پر اس کا کھانا پینا ہو اور وہ اس سے نا اُمید ہو جائے اور وہ ایک درخت کے سائے کے نیچے نا اُمید ہو کر موت کے انتظار میں سو رہا تو اس نے اچانک اپنی سواری کو دیکھا کہ اس کے نزدیک کھڑی ہے، اس کی مہار پکڑ کر خوشی سے کہنے لگا: یا الٰہی! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا ربّ ہوں، خوشی کی وجہ سے (آدابِ مراتب) بھول گیا۔

توبہ کے ضمن میں اہل تصوّف کی آراء دیکھنی چاہئیں کہ وہ توبہ کا کیا مفہوم لیتے ہیں!

شیخ عبداللہ انصاریؒ کس عمدگی سے قرآن مجید کے مفہوم کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"توبہ کے تین ارکان ہیں: دل میں نادم ہونا، زبان پر معذرت کا اظہار، بدی اور بدوں سے انقطاع۔"

توبہ کیا ہے؟ شیخ جنید بن محمد فرماتے ہیں: "گناہ کا بھول جانا توبہ ہے"۔

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ تو اس فعل کی لذّت کو اپنے دل سے اس طرح نکال دے کہ

تمہارے باطن پر اس کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ توبہ کیوں کی جائے اور کیوں ضروری ہے؟ صوفیائے کرام کے ہاں اس کی مختلف وجوہات ہیں ،خدا کا خوف ،خدا سے حیاء، ثواب کا طمع ،خدا کی قربت کا احساس حکم کی پابندی وغیرہ ،لیکن آراء و افکار کے اختلاف کے باوجود روح سب کی ایک ہے، ایک سائل نے توبة لانابه کے بارے میں پوچھا: آپ نے فرمایا: تجھے اللہ کا ڈر اس لئے رہے کہ وہ تم پر قادر ہے، سائل نے کہا کہ پھر ''توبة الاستجابه'' کیا ہے؟ فرمایا تو اللہ سے اس لئے حیاء کرتا رہے کہ وہ تیرے قریب ہے۔''

شیخ ابو علی دقاقؒ نے توبہ کی تین قسمیں بتائی ہیں:

توبہ ،انابہ ،اوبہ، جو سزا کے خوف سے کی جائے وہ توبہ ہے۔

جو ثواب کی خاطر کی جائے وہ انابہ ہے اور جو حکم کی پابندی کو ملحوظ رکھ کر کی جائے وہ اوبہ ہے۔

امام غزالیؒ نے توبہ کی جامع مگر مختصر اور دل نشین تعریف کی ہے لکھتے ہیں:

''**دل کا گناہ سے پاک ہوجانا توبہ ہے**۔'' توبہ کرنے سے پہلے اور توبہ کرنے کے بعد کی حالت میں کیا نمایاں فرق ہونا چاہیے۔

شیخ ذوالنون مصریؒ توبہ سے پہلے کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

''زمین باوجود اپنی فراخی کے تمہارے لئے اس قدر تنگ محسوس ہو کہ تمہیں چین نہ آئے بلکہ تمہارا نفس تمہارے لئے تنگ ہو جائے۔''

مزاح (خوش طبعی)

(ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی)

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جوانسان کی ہر مشکل میں اور آسانی میں رہنمائی کرتا ہے اور انسانی طبع کا ہر طور پر خیال کرتا ہے۔یعنی اسلام دین فطرت ہے اور انسان کو ہر وہ جائز کام کرنے کی اجازت دیتا ہے کہ جس سے انسان خوشی محسوس کرتا ہو۔چنانچہ ایسے ہی اُمور میں سے خوش طبعی بھی ہے۔خوش طبعی کا مطلب ہے مزاح یا مزاق کرنا۔یعنی اپنے آپ کو یا دوسروں کو خوش کرنا،لیکن خوش کرنے میں دروغ گوئی اور جھوٹ کا سہارا نہ لیا جائے کیونکہ جھوٹ کے سہارے سے لوگوں کو خوش کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس شخص کیلئے ہلاکت ہے جو کہ لوگوں کو خوش کرنے کیلئے جھوٹ بولتا ہے اس کیلئے ہلاکت ہے،اس کے لئے ہلاکت ہے۔''

لہٰذا ایسا مذاق کہ جو جھوٹ پر مبنی ہو قطعاً نہیں کرنا چاہیے۔شریعت اسلامیہ اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ہاں!ایسا مذاق یا مزاح کہ جو حقیقت پر مبنی ہو،اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول مکرم ﷺ ایسا مزاح خود بھی فرمایا کرتے تھے۔اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی۔آپ ﷺ سے مزاح کرلیا کرتے تھے۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ بعض اوقات ہمارے ساتھ خوش طبعی کی باتیں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں حق بات ہی کہتا ہوں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری طلب کی۔آپ ﷺ نے فرمایا: سواری کیلئے میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔اس نے کہا کہ میں اونٹنی

کے بچے کا کیا کروں گا۔؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اونٹ کو بھی اونٹنی ہی جنتی ہے۔''
ایسے ہی ایک حدیث میں آتا ہے کہ: ''ایک بوڑھی عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوسکتی۔''بڑھیا یہ سن کر رنجیدہ ہوگئی اور روتے ہوئے واپس ہوئی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس خاتون کو خبر دو کہ وہ بوڑھی ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی (بلکہ جوان ہوکر داخل ہوگی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے ان (اہل جنت کی بیویوں) کو خاص طور پر بنایا ہے، اور ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے، محبت والی اور ہم عمر ہیں۔''

غور فرمائیں! آپ ﷺ نے مذاق بھی فرمایا لیکن حقیقت کے عین مطابق۔ایک شخص نے سواری کیلئے اونٹ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ ہم تجھے اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ یہ آپ ﷺ نے مزاح و مذاق فرمایا ہے۔لیکن یہ مزاح حقیقت کے عین مطابق ہے۔اس طرح بڑھیا سے کہا کہ جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی۔یہ بھی آپ ﷺ نے مزاح فرمایا ہے۔لیکن حقیقت کے بھی عین مطابق ہے۔کیونکہ جنت میں داخلے کے وقت کوئی بوڑھی عورت نہ رہے گی۔ بلکہ جوان ہوجائے گی۔یہ تمام روایات مزاح پر دلالت کرتی ہیں۔لیکن اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔اسی طرح صحابہ کرامؓ بھی آپ ﷺ سے خوش طبعی کرلیا کرتے تھے۔

''حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ایک مرتبہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: قریب ہوجاؤ اور کھاؤ۔''چنانچہ میں کھجوریں کھانے لگا۔ مجھے آشوب چشم تھا اور میری ایک آنکھ سرخ تھی۔ آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: کھجوریں کھارہے ہو، حالانکہ تمہاری آنکھ خراب ہے! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میں اس آنکھ کی طرف سے نہیں کھارہا ہوں، جس میں مرض لاحق ہے، بلکہ دوسری جانب سے کھارہا ہوں۔اللہ کے رسول ﷺ میری بات سن کر مسکرانے لگے۔''

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(حضرت مولانا اعجاز احمد)

زبان خواہ کتنی ہی فصیح ہو، قلم چاہے جتنا اچھا لکھتا ہو، بیان پر قدرت چاہے جتنی ہو، تعبیرات خواہ کتنی ہی خوبصورت ڈھلتی چلی جائیں، لیکن صحابہ کرامؓ کا حق ادا ہو سکتا ہے! جنہوں نے اپنے خون سے داستان وفا تحریر کی ہے، جو اشارۂ نبوت پا کر اپنی ہر خواہش کو قربان کر دیا کرتے تھے، جو کبھی بت پرست تھے، مگر جب ہدایت کا نور ان کے قلوب پر چمکا تو خدا کی عبادت میں انہوں نے وہ اخلاص پیدا کیا کہ خود پروردگار نے ان کی رضامندی کا پروانہ بخشا، ان سے اللہ خوش ہے، وہ اللہ سے راضی ہیں، میدان جہاد میں ان کی گردنیں کٹ رہی ہیں، زخموں سے بدن چور ہیں مگر اپنے پروردگار سے دل و جان سے راضی ہیں اور اس کی حمد و ثناء کر رہے ہیں، بھوک شدید ہے، بچوں تک کے منہ میں دانہ نہیں جا رہا ہے، شدتیں وہ ہیں کہ چٹانوں کا جگر شق ہو جائے، لیکن دل پر ناگواری کی کوئی پرچھائی نہیں ہے۔ راتوں کو نیند حرام ہو رہی ہے، رات بھر اللہ کے حضور کھڑے ہیں سجدے میں گرے، تو پیشانی خاک آلود ہے، رکوع میں جھکے ہیں، کسی طرح پروردگار راضی ہو جائے۔ یہ سب مشقتیں جھیل رہے ہیں، بدن تھک جاتا ہے، پاؤں سوج جاتے ہیں، مگر جوش عبادت بڑھتا ہی جاتا ہے، طبیعت پر گرانی کا کیا گزر؟ معذرت کر رہے ہیں کہ حق ادا نہ ہوا، استغفار جاری ہے، راتیں ان کی نمازوں کی امین ہیں، صبح ان کے استغفار و مناجات کی گواہ ہیں، ان کا دل ہے کہ شفاف آئینہ ہے، ریشم جیسا ملائم ہے، مضبوطی میں فولاد ہے، ان کے حسن عمل، جمال سیرت اور کمال وفا کی داد تو خود پروردگار نے دی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o (سورۃ توبہ:100)

ترجمہ: ''وہ جو ابتداءً سبقت کرنے والے ہیں، یعنی مہاجرین وانصار اور وہ لوگ جنہوں نے اچھے طریقے پر ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' سورۃ التوبہ کے ایک اور مقام پر کلام ربّانی ہے:

ترجمہ: '' لاریب کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پر اور مہاجرین وانصار پر رحمت کی نظر فرمائی، جنہوں نے مشکل گھڑی میں نبی مکرم ﷺ کا ساتھ دیا جبکہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل قریب تھا کہ (سختی حالات کے باعث) منحرف ہو جائیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان پر بہت مہربان اور رحم وکرم کرنے والا ہے''۔ (آیت:۱۱۷)

حالات کی سنگینی کا فطری ردِّعمل یہی ہوتا ہے کہ ہمتیں چھوٹنے لگتی ہیں، لیکن ایمان کی مضبوطی ہمتوں کو جما دیتی ہے جیسے سخت لو اور تپش کے زمانہ کا روزہ کہ پیاس سے بے اختیار حلق میں کانٹے پڑ جاتے ہیں، اس وقت ٹھنڈا پانی سامنے آجاتا تو طبیعت بے اختیار اس پانی کی طرف مائل ہوتی ہے، مگر ایمان کی طاقت اسے منہ تک لے جانے سے روک دیتی ہے، ایسے ہی حالات کی سختی بے اختیار ہمتوں کو پست کرنا چاہتی ہے، مگر وفاداریٔ ایمان اسے پھر بلند کر دیتی ہے، یہ وہ وقت تھا جبکہ مسلسل جنگوں نے، دشمنوں کے حملوں کے تسلسل نے اور ایک کے بعد ایک یورشوں نے مسلمانوں کو دنیوی کاروبار اور فکرِ معاش کی طرف رُخ کرنے کی مہلت سرے سے دی ہی نہیں، اسی دوران خبر آئی کہ روم کا بادشاہ مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے لشکر جمع کر رہا ہے، مدینہ میں معاش کا انحصار کھجوروں کے باغ پر ہے، گرمی اپنے نقطۂ عروج پر آتی ہے، کھجوروں میں رس پڑتا ہے، اور وہ پکتی ہیں، تنگی اور بدحالی کا دور تھا ہی، کھجوریں پک رہی تھیں، گرمی اپنے شباب پر تھی تھوڑے دنوں میں معاشی وسعت کے آثار دکھائی دے رہے تھے، کہ حکم ہوا کہ ایک جنگی معرکے کیلئے تیار ہو جاؤ، طویل سفر، مشقت کا سفر، اس حال میں سفر کیلئے تیار ہو جانا بڑے جگر کا کام تھا، سخت امتحان

تھا، لیکن صحابہ کرامؓ اس امتحان میں نہ صرف پورے اُترے بلکہ تاریخ وفا کا روشن ترین باب صفحۂ عالم پر ثبت کر گئے۔ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک قول نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے صحابہ کرامؓ کا تعارف کرایا ہے وہ فرماتے ہیں:

''یہ محمد ﷺ کے اصحاب ہیں، اس اُمت میں سب سے افضل، قلب کے اعتبار سے سب سے نیک، علم کے لحاظ سے سب سے گہرے، تکلف میں سب سے کم، اللہ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کیلئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کیلئے منتخب کیا تھا۔ ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے نقوش قدم پر ان کی پیروی کرو اور جتنا تم سے ہو سکے، ان کے اخلاق اور ان کی سیرت کو مضبوطی سے پکڑو، کیونکہ وہ سب حضرات سیدھی ہدایت پر تھے۔'' **(مشکوٰۃ شریف)**

قلب کی نیکی، علم کی گہرائی نبی مکرم ﷺ کی صحبت وتلمذ اور دین کو قائم کرنے کی جدوجہد، صحابہ کرامؓ کی زندگی کے وہ روشن عنوانات ہیں جن سے وہ دور جگمگا رہا تھا۔

صحابہ کرامؓ جن کو اللہ تعالیٰ نے کلمۂ تقویٰ پر لگائے رکھا اور وہی اس کے اہل تھے، جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے دی، جو نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنی آواز پست رکھتے تھے، کیونکہ انہیں اللہ کا حکم تھا کہ:

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بولو، جیسے کہ ایک دوسرے سے بلند آواز سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو خبر تک بھی نہ ہو۔''

تو یہ آوازیں نبی کے سامنے پست رکھنے والے، جن کے قلوب کو اللہ نے تقویٰ اور ادب کی تخم ریزی کیلئے پرکھ لیا ہے، اور خالص تقویٰ و طہارت کے واسطے تیار کردیا۔ اور علم کی گہرائی وگیرائی کا حال چودہ صدیوں کی علم دین کی پوری تاریخ بیان کر رہی ہے۔ علم کا سرچشمہ صحابہ کرامؓ ہی کی جماعت ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست علم ومعرفت کی دولت حاصل کی اور ساری دنیا میں اسے پھیلا دیا۔ اُمت کا بڑے سے بڑا عالم ہو، اس کے علم کا رشتہ وتعلق صحابہ کرامؓ

ہی کے واسطے سے صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے، تمام دین صحابہؓ ہی کے واسطے سے اُمت تک منتقل ہوا، یہ اساتذہ اُمت ہیں ایسے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا:

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے دورِ خلافت میں ایک روز فجر کی نماز سے فارغ ہوکر دا ہنی سمت رُخ کر کے بیٹھ گئے، آپ کے چہرے پر رنج وغم کے آثار ظاہر تھے، جب دھوپ مسجد کی دیوار پر ایک نیزہ کے بقدر آ گئی، تو اپنے ہاتھ کو پلٹ کر فرمایا کہ واللہ! میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو دیکھا ہے، میں نہیں دیکھتا کہ تم میں سے کوئی ان کے مشابہ ہے، ان کی صبح اس حال میں ہوتی تھی کہ ان کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہوتے، چہروں پر زردی ہوتی، ان کی پیشانی پر بکری کے گھٹنے کے مثل سجدے کا نشان ہوتا، رات انہوں نے اس حال میں گزاری ہوتی کہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کر رہے ہیں، کبھی قدموں پر کھڑے ہیں، کبھی سجدے میں گرے ہوئے ہیں، جب صبح ہوتی اور اللہ کا ذکر کرتے تو اس طرح ہلتے جیسے تیز ہوا میں درخت ہلتے ہیں، ان کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہتے کہ کپڑے بھیگ جاتے، ان کے سامنے ایسا محسوس ہوتا کہ آج کے لوگ رات بھر غافل پڑے رہے"۔ اس ارشاد کے بعد وفات تک نہیں دیکھا گیا کہ آپ کبھی ہنسے ہوں۔ (البدایہ و النہایہ ج:۸ ص:۷)

صحابہ کرامؓ سب کے سب تہجد گزار، قرآن کی تلاوت کرنے والے، حق تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنے والے، ان کی عبادت اور خشیت اور ان کے ورع وتقویٰ کا کوئی ثانی نہیں۔

جنگ یرموک کے موقع پر لشکر کفار کے سردار نے مسلمانوں کے لشکر میں ایک جاسوس بھیجا، اس نے واپسی پر بتایا کہ: **"باللیل رھبان و بالنھار فرسان"**

(''رات میں راہب (عبادت گزار) اور دن میں شہسوار ہیں"۔)

خوش حالی ہو ان لوگوں کیلئے، جو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے شیدا ہیں یہ وہ شخصیات تھیں جنہوں نے زمین کو بستر اور مٹی کو فرش سمجھا اور اس کے پانی کو اپنی لذت، قرآن و دعا کو اپنا لباس بنایا۔

مرحوم والدین کے حقوق حدیث کی روشنی میں

(پیر خان توحیدی)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے افضل حق والدین کا ہے چاہے وہ زندہ ہوں یا مردہ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے!"والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر آئیں تو انہیں اُف تک نہ کہو نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کرتے رہو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت اور شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا"(بنی اسرائیل 24)

موجودہ دور میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ بوڑھے والدین کو اپنی اولاد سے یہ شکوہ شکایت رہتا ہے کہ ان کی اولاد ان کا خیال نہیں رکھتی اور ان کی خدمت نہیں کرتی۔جوانی میں تو انسان کسی نہ کسی طرح گزارہ کر لیتا ہے اور اپنی اولاد کو بھی پال پوس کر بڑا کر لیتا ہے لیکن بڑھاپے میں اس کی اولاد کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے بوڑھے والدین کا سہارا بنیں اور ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھیں اور اپنی عاقبت کو سنواریں۔

نبی کریم ﷺ نے متعدد موقعوں پر والدین کے حقوق کی طرف اشارہ فرمایا اور ان کو ادا کرنے کی تلقین فرمائی جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہاں جب کہ وہ کسی شخص کے ماں باپ کو

گالی دے تو جواب میں وہ اس کے ماں باپ کو گالی دے تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دی (مشکوٰۃ شریف)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے اور اس کا رزق بڑھائے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اپنے رشتہ داروں سے تعلق قائم رکھے۔ (رواہ البیہقی)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اطاعت شعار فرزند اپنے والدین کو ایک بار نگاہ مہر و رحم سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک مقبول حج لکھے گا لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خواہ ہر دن دو بار دیکھے ہاں اللہ بہت بڑا اور طیب ہے۔ (مشکوٰہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

(۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے (۳) صالح اولاد جو مرنے کے بعد والدین کے لئے دعا کرتی رہے۔ (ابن ماجہ)

تیسری چیز جو اس حدیث پاک میں ذکر کی گئی ہے وہ اولادِ صالح ہے جو مرنے کے بعد والدین کیلئے دعائے خیر بھی کرتی رہے اول تو اولاد کا صالح بن جانا ہی مستقل صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک نیک اولاد کوئی بھی نیک کام کرتی رہے گی مرحوم والدین کو اپنے آپ ثواب ملتا رہے گا اور پھر وہ نیک اولاد دعائیں بھی کرے تو یہ والدین کیلئے مستقل ذخیرہ ہے۔ ابن مالکؒ کہتے ہیں کہ حدیث بالا میں اولاد کو صالح کے ساتھ اس لئے مخصوص کیا ہے کہ غیر صالح اولاد کا ثواب نہیں پہنچتا جبکہ صالح اولاد کے عمل کا ثواب خود بخود پہنچتا رہتا ہے چاہے وہ عطا کریں یا نہ کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس شخص نے اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جس نے اپنے والدین کو تیز نظر سے دیکھا

یعنی نگاہ سے ناراضگی کا اظہار کیا تو گویا اس نے اپنی عمر اور اپنے رزق کو کم کیا۔

سب سے بہترین تحفہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر میں مدفون مردے کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کیلئے چیخ و پکار کر رہا ہو وہ بے چارہ انتظار کرتا ہے کہ اولاد ماں باپ یا بھائی بہن یا کسی دوست آشناء کی طرف سے دعائے رحمت و مغفرت کا تحفہ پہنچے جب اس کو کسی طرف سے دعا کا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز اور محبوب ہوتا ہے۔ دنیا میں رہنے بسنے والوں کی دعاؤں کی وجہ سے قبر کے مردوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا ثواب عظیم ملتا ہے جس کی مثال پہاڑوں سے دی جا سکتی ہے اور مردوں کے لئے زندوں کا خاص ہدیہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے (معارف الحدیث) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں کسی صالح مرد یا عورت کا درجہ ایک دم بلند ہو جاتا ہے تو وہ جنتی بندہ پوچھتا ہے کہ اے پروردگار میرے درجے اور مرتبے میں یہ ترقی کس وجہ سے اور کہاں سے ہوئی۔ جواب ملتا ہے کہ تیرے واسطے تیری فلاں اولاد کے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے (مسند احمد)

حضرت ابو داؤدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بندہ دن میں 25 یا 27 دفعہ اللہ تعالیٰ سے عام مومنین و مومنات مسلمین و مسلمات کی معافی اور مغفرت کی دعا کرے گا وہ اللہ کے مقبول بندوں میں شمار ہو گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

دعا: اللھم المغفر لی جمیع المومنین و المومنات و المسلمین و المسلمات الا حیا منھم اموات انک مجیب الدعوات (اسوہ رسول اکرم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے صدقہ وغیرہ کی کوئی وصیت نہیں کی۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو میرا یہ صدقہ

ان کے لئے گناہوں کی مغفرت اور نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ سے اسی کی امید ہے (معارف الحدیث)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت میں ہوا جب وہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے واپسی پر حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لئے فائدہ مند ہوگا اور اس کا ثواب انہیں ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ملے گا اس پر سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ اپنا باغ میں نے اپنی مرحومہ والدہ کے لئے صدقہ کردیا۔

(صحیح بخاری)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر کوئی بندہ زندگی میں ماں باپ کا نافرمان رہا اور والدین میں کسی ایک یا دونوں کا اس حال میں انتقال ہوگیا تو اب اس کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے لئے برابر دعائے مغفرت کرتا رہے ایصال ثواب کے لئے نوافل، تلاوت قرآن مجید اور صدقات کو معمول بنالے۔ اللہ تعالیٰ اس کے والدین کی مغفرت فرمائے گا اور اس بندے کو اپنی رحمت سے نیک لوگوں میں لکھ دے گا۔ جو آدمی اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کا نافرمان رہا پھر بھی وہ اللہ کے نزدیک ان کا فرمانبردار سمجھا جائے گا اور جو آدمی اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کا قرض ادا کرتا ہے اور نہ ہی مانی ہوئی منت پوری کرتا ہے وہ اگرچہ پوری زندگی میں ان کا فرمانبردار رہا ہو پھر بھی اللہ کے نزدیک ان کا نافرمان سمجھا جائے گا۔

(الادب المفرد)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سلطان دو جہاں کا فرمان عالی شان ہے جس نے اس حال میں صبح کی کہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار ہے اس کے لئے صبح ہی

جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ماں باپ میں سے ایک ہی ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ ماں باپ کے بارے میں نافرمانی کرتا ہے اس کے لئے صبح ہی کو جہنم کے دروازے کھل جاتے ہیں (ماں باپ میں سے) ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے ایک شخص نے عرض کی اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کریں۔ فرمایا اگرچہ ظلم کریں۔ اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں (بیہقی شریف)

جس کے والدین ناراضگی کی حالت میں فوت ہوئے ہوں ایسے شخص کو چاہیے کہ کثرت سے والدین مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کرے کہ مرنے والے کے لئے سب سے بڑا تحفہ دعائے مغفرت ہے جب ان کو مسلسل نیکیوں کے تحائف پہنچیں گے تو امید ہے انشاءاللہ وہ راضی ہو جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان رحمت نشان ہے کہ جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے والا لکھا جائے گا (ترمذی)

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اے ہمارے رب ہم سب کو ماں باپ کا فرمانبردار اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے والا بنا۔ آمین

تزکیه

(محمد عتیق عباسی)

قرآن حکیم کی سورۃالشمس کی آیت نمبر 9اور 10 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔قرآن میں اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ جن حقائق کو اللہ تعالیٰ نوعِ انسانی کو اچھی طرح سمجھانا اور ذہن نشین کرانا چاہتا ہے ۔ان کی شہادت کائنات آفاق انسان کے گردو پیش کے سامنے کی اشیاء اور نفس یعنی خود اپنے وجود میں نظر آتی ہیں مزید یہ کہ گزشتہ ادوار کی تاریخ اقوام عالم سے مثالیں اور استدلال پیش کیا جاتا ہے

پہلی آیت میں سورج ضحی یعنی حرارت پھر چاند دن اور رات آسمان اور زمین کا ذکر کیا گیا ہے ۔یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔اپنی شکل وصورت میں یکساں نہیں اور نہ ہی اپنے آثار اور نتائج میں بلکہ مختلف اور متضاد ہیں ۔

نفسِ انسانی کا ذکر ہوا ۔اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو استوار اور ہموار کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسا جسم عطا فرمایا جو اپنی قامتِ راست اور دماغی لحاظ سے انسان کی سی زندگی بسر کرنے کیلئے موزوں ترین تھا ۔استوار اور ہموار کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ حواس عطا کئے گئے جو اپنی خصوصیات اور تناسب کی بناء پر حصول علم کے بہترین ذرائع ہو سکتے تھے ۔اس کو قوتِ عقل وفکر، استدلال کی طاقت، قوتِ خیال اور حافظہ، قوتِ امتیاز، ارادی اور دوسری ذہنی قوتوں وغیرہ سے نوازا جن کی بدولت دنیا میں انسان کام کرنے کے قابل ہوا ۔

اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ انسان کو پیدائشی گناہ گار بنا کر نہیں بلکہ سیدھی اور راست فطرت پر پیدا کیا، اس کی ساخت تسویہ میں کوئی خلقی کمی یا کجی نہ رہنے دے کہ وہ

سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الروم میں یوں بیان فرمایا۔

ترجمہ: قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا فرمایا۔ آیت نمبر 30

انسان کو اس کی بدی، بھلائی اور پرہیز گاری اس پر الہام کر دی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفسِ انسانی کے اندر نیکی بھلائی اور بدی کے رجحانات، میلان رکھ دیئے اور یہ تصورات ودیعت کر دیئے کہ اخلاق میں کونسی چیز اچھی اور بھلائی کی ہے اور کونسی برائی کی اچھے اخلاق و اعمال اور برے اعمال اخلاق کبھی یکساں نہیں ہو سکتے۔

نفسِ انسانی کو تمام ظاہری اور باطنی قوتوں کے ساتھ استوار کرنے کے بعد تقویٰ اور فجور دونوں اس پر الہام کر دیئے۔ معلوم ہوا کہ یہ تصورات انسان کیلئے اجنبی نہیں بلکہ وہ فطرتاً بخوبی آشنا ہے۔ عقل و دانش کے ساتھ ساتھ اخلاقی حس بھی عطا کی تاکہ اچھے بُرے میں تمیز کر سکے۔

سورۃ البلد میں فرمایا

ہم نے اس کو خیر اور شر کے نمایاں راستے دکھا دیئے۔ اور یہی چیز سورۃ الدھر میں یوں بیان فرمائی:

ترجمہ: "ہم نے اس کو راہِ راست دکھا دیا۔ خواہ شکر کی طریق اپناتا ہے یا کفر کی"۔

"اللہ نے یہی نہیں بلکہ انسان کے باطن میں ضمیر (نفسِ لوامہ) رکھ دیا"۔

(سورۃ القیامہ آیت نمبر 2)

سورۃ القیامہ کی ہی آیت نمبر 14 اور 15 میں یوں فرمایا کہ ہر انسان خواہ کتنا ہی عذر اور معذرت پیش کرے مگر وہ اپنے آپ کو خوب جانتا ہے اسی لئے تو عموماً کہتے ہیں کہ

از قدرِ خود راشناس۔

اللہ تعالیٰ نے انسان ہی نہیں بلکہ ہر مخلوق کو اس کی ہستی اور نوعیت کے لحاظ سے فطری الہام عطا کیا ہے۔

ترجمہ: "وہ ذات جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت کی اور پھر راہ دکھائی"۔

غور کیجئے! تزکیہ (نفس، قلب، اخلاق) کی اہمیت اور ضرورت پر اتنا استدلال اور مثالیں دینے کے بعد تقویٰ اور فجور، سیئات اور صالحات کا امتیاز سمجھانے کے بعد تزکیہ کا ارشاد ہوا۔

تزکیہ کے معنی صرف پاک کرنے کے ہی نہیں بلکہ ابھارنے اور نشونما دینے کے بھی ہیں۔اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ اپنے نفس کو فجور (ہر قسم کی بدکاری) سے پاک کرنا اور اس کو ابھار کر تقویٰ کے بلند ترین مقام پر لے جانا اور صالحات کو نشونما دے کر فلاح پائی جائے۔

اس کے برعکس دسھا کا لفظ استعمال ہوا۔

جو شخص صالحات کے رجحانات کی نشونما کے برعکس برائی کے رجحانات کی طرف جائیگا۔ اس پر فجور غالب ہوگا اس نے اپنے نفس کو اس میں دفن کر دیا تو پھر اس شخص کو نامراد قرار دیا گیا۔

ضمناً عرض کرتا چلوں کہ جہاں یوم حساب میں دیگر اعمال کی پرستش ہوگی وہاں یہ بھی پوچھا جائے گا جو استعداد، صلاحیت میں نے تمہیں ودیعت کی اس کو کمال تک پہنچانے میں کیا کیا اور یہ کہ اس کو بروئے کار لاتے ہوئے مخلوقِ خدا کو اس سے کیا فیض پہنچایا۔

کمال تک کون پہنچا ہے۔لیکن انسان اس کیلئے جو محنت کرتا ہے اس کوشش میں نہ کہ انسان، انسان بنتا ہے بلکہ کندن بن کر نکلتا ہے۔

قرآن میں متعدد مقامات پر تزکیہ کا ذکر کیا گیا ہے غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ راستہ دکھانے کی اور رہنمائی کی کوئی ایک ہی صورت نہیں، بہت سی ہیں۔جن کی نہ کوئی حد ہے اور نہ ہی نہایت۔

ایک طریق یہ ہے کہ کسی رہبر شیخ اور مرشد سے اپنی اصلاح کیلئے رہنمائی حاصل کی جائے لیکن شیخ یا مرشد کے انتخاب میں پورے عقل و دانش اور شعور سے کام لیا جائے۔جو کہ مصلح، خود مجسم حسن اخلاق، ہدایت اور صراطِ مستقیم پر ہو۔نہ کہ کشف و کرامات، دیگر اسباب کے چکر میں ہو اور پیر پرستی سکھائے۔

یاد رکھیں جب کسی انسان سے خود اسی کی ذات سے کسی نیک سلوک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے تو فطرت اسے قابل قدر جانتی ہے

متذکرہ بیان پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ تزکیہ (نفس قلب اور اخلاق) لازم ہی نہیں بلکہ فرض ہے کیونکہ آیت میں پہلا لفظ "قد" کا آیا ہے عربی میں "قد" شرطیہ کلام کے آغاز میں آتا ہے شرط کو پورا کیئے بغیر فلاح ناممکن ہے۔ نیز یہ نبی کریم ﷺ کی اس دعا سے تزکیہ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ جو آپ مانگا کرتے تھے۔

"اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا کر اس کو پاکیزہ کردے تو ہی اس کا سرپرست اور مولیٰ ہے"

(مسلم نسائی، زید ابن ارقمؓ)

اب انسان خود ہی نہ چاہے طلب گار اور خواہشمند ہی نہ ہو تو اللہ کیوں کر نصیب فرمائے گا۔ اللہ جبراً کسی کے نفس کو نہیں دباتا اور نہ ہی مدفون کرتا ہے۔ انسان خود ہی تل جائے تو تقویٰ اور تزکیہ کی توفیق سے محروم کردیتا ہے جیسا کہ حضرت صالحؑ کی قوم ثمود کا حشر ہوا۔ اپنی خواہش کے مطابق معجزہ دیکھ کر بھی تقویٰ کی روش اختیار نہ کی۔ انجام کار تباہ و برباد ہوئے۔

ہماری معاشیات، معاشرت اور روحانیت زندگی کا اہم جزو ہیں۔ اس کا فہم و ادراک عملاً تقویٰ اور تزکیہ سے ہی ہوسکتا ہے بصورت دیگر سب فلسفیانہ موشگافیاں ہیں۔

تقویٰ اور تزکیہ کا معراج یہ ہے کہ ہمارے ہاتھ مخلوق خدا کی خدمت اور محبت میں گندے ہیں اور ہمارے قلب حسد، کینہ، بغض اور نفرت سے پاک ہوں۔ اور ذات باری تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہوں تاکہ جلوہ نمائی ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی استطاعت اور توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

صالح کردار

(عبدالرشید ساہی)

تلوار سے دنیا کی امامت نہیں ہوتی
کردار کی خوشبو سے الٹ جاتے ہیں آفاق

اسلام کردار کا نام ہے، ایمان کردار کا نام ہے۔ دین کردار کا نام ہے۔ انسانیت کردار کا نام ہے۔ ایک روز بابا جان ڈار صاحب محفل میں فرمانے لگے تمام عبادات کا ماحاصل یہ ہے کہ انسان کردار کے لحاظ سے خوبصورت ہو جائے۔ اگر نہ ہوا تو یہی عبادات قیامت والے دن انسان کے منہ پر ماردی جائیں گی۔ آج کل موجودہ معاشرہ میں ہر قسم کی عبادت کی کثرت ہے لیکن عمل کا نام ونشان نہیں ہے۔ وہ نماز نماز نہیں وہ روزہ روزہ نہیں وہ حج حج نہیں جو کہ انسان کو با کردار نہ بنائے۔ اسلام کے شروع میں کردار کی عظمت اور بلندی ہی دین کے فروغ کا ذریعہ بنی۔ نبی رحمت ﷺ کے کردار کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے جانی دشمن بھی آپ ﷺ کو صادق اور امین تسلیم کرتے اور اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے۔ کوہ صفا پر نبی رحمت ﷺ نے تمام قریش کو خطاب کے لئے دعوت دی اور فرمایا اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آپ پر حملہ کرنے والا ہے تو سب نے ایک زبان کہا کہ ہم من وعن تسلیم کرلیں گے۔ اس کو کہتے ہیں کردار کی سربلندی اسلام کی ساری کی ساری تعلیم ہی انسانی کردار کو سنوارنے کیلئے ہے۔ اسلام کہتا ہے سچ پر ڈٹ جاؤ۔ دیانتداری اپناؤ وعدہ کی پاسداری کرو انصاف کرو۔ انصاف کرنے والوں کو اللہ اپنا محبوب رکھتا ہے لیکن یہ کیسے ممکن ہے ہوا وہوس نے انسانی ضمیر کو جکڑ رکھا ہے۔ شیطانی قوتوں نے انسانی ذہنوں کو مفلوج کر دیا ہے۔ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ روز محشر برپا ہوگا

فرمانِ الٰہی ہے کہ اس روز ذرّے ذرّے کا حساب ہوگا لیکن کہتے ہیں جب ہوگا دیکھا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر تسلیم کرتے ہیں برائیاں پھر بھی ہو رہی ہیں ۔ایک روز مرشد واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ ایک بدو غلاف کعبہ کو پکڑ کر چیخ چیخ کر اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہا تھا کہ مدت ہوئی ہے اللہ تیرے گھر میں آ کر عرض کر رہا ہوں لیکن تو سنتا نہیں، میری دعا قبول ہی نہیں کرتا تو نبی رحمت ﷺ جو کہ صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہنے لگے اللہ تعالیٰ اس آدمی کی دعا کیسے قبول کرے اس نے جو کھایا ہے وہ بھی حرام اور جو پہنا ہے وہ بھی حرام۔

کیا ہم رزق حلال کھا رہے ہیں۔اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو یقیناً ہمیں فکر کرنی چاہیے ہماری دعائیں اللہ کیونکر قبول نہیں فرماتے ۔اپنی روزی پر نظر رکھنی چاہیے ۔جب رزق حلال کمائیں گے اور رزق حلال کھائیں گے تو کردار بھی بن جائے گا ۔اور بفضل تعالیٰ دعائیں بھی قبول ہونگی ۔اولاد بھی نیک اور فرمانبردار ہوگی اور معاشرہ میں بھی خوشحالی آئے گی۔

قیس پیدا ہوں تیری آغوش سے ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا تیرا محمل ہے بے لیلیٰ تیرا (علامہ اقبالؒ)

بحیثیت مسلمان پوری دنیا میں ہماری سبکی ہو رہی ہے جہاں بھی کوئی پٹ رہا ہے تو مسلمان ہی پٹ رہا ہے ۔اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے اللہ کا قرآن اور نبی رحمت ﷺ کا فرمان فراموش کر دیا ۔جو مائیں خالد بن ولید اور محمد بن قاسم جیسے جرنیل جنم دیتی تھیں وہ دین اسلام پر مکمل عمل کرتی تھیں ۔وہ TV پر ڈرامے اور فلمیں نہیں دیکھا کرتی تھیں وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ اور پیارے رسول ﷺ کے ذکر میں رہا کرتی تھیں میں نے اپنی تحریر میں کئی بار یہ فقرہ کوٹ کیا ہے ۔کہ جتنی انسانی جسم کو آکسیجن کی ضرورت ہے معاشرہ کو ترقی کرنے کیلئے اتنی ہی ضرورت انصاف کی ہے ۔اسلام کی سربلندی کیلئے دین کے فروغ کیلئے معاشرہ کے لئے انصاف بے حد ضروری ہے ۔بددیانتی اور ظلم نے معاشرے کی جڑیں اکھیڑ کر رکھ دی ہیں ۔ملاوٹ کی لعنت نے ملکی اجناس کی برآمدات کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے ۔خاص کر ہمارے ملک پاکستان کے سارے

ادارے کرپشن میں ملوث ہیں۔ کہتے ہیں اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ انصاف بک رہا ہے مظلوم دربدر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ کئی کئی سال گزر گئے ہیں۔ انصاف کے متلاشی انصاف کی تلاش میں دنیا سے جا چکے ہیں لیکن مقدمے ابھی تک زیرِ سماعت ہیں۔ کیس کو نمٹانے کا کوئی کلیہ قاعدہ نہیں ہے۔ انصاف کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ وکلاء حضرات ہیں۔ معاشرہ مادر پدر آزاد دکھائی دیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

خداوندا تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

جو بھی حکومت بنتی ہے اس کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ انصاف مظلوم کی دہلیز پر پہنچائیں گے لیکن بالکل صفر کیونکہ بنیاد ہی کمزور ہوتی ہے۔ اگر اسمبلیوں میں باکردار لوگ آئیں متقی لوگ آگے آئیں اللہ کے خوف والے لوگ آگے آئیں تو توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں بہتری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کے کیا ہے راہ و رسمِ شہبازی

میں نے اپنے مرشد ڈار صاحبؒ کی تصنیف کردہ کتاب "انسانی زندگی کی روحانی تعبیر" میں "مومن کی ایک جھلک" کا مضمون پڑھا تو مجھے فوراً خیال آیا کہ جس باکردار انسان کا خاکہ میں نے ذہن میں بنا رکھا ہے اس کی قبلہ ڈار صاحبؒ نے حسین ترین صورت پیش کی ہے۔ لہٰذا آپ کے مضمون سے اقتباس پیش کرتا ہوں۔ "مومن اس حقیقت کو دل سے تسلیم کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک و خالق اور حکمران ہے۔ ہر جان دار اور ہر کام کے انجام کی ڈوری اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہر واقعہ اور ہر حادثہ اس کے اذن سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہے تو اس بھلائی کو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر وہ کسی کو تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کی اپنی ذات کے سوا کوئی دوسرا اسے ہٹا نہیں سکتا۔ وہ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور

جس کیلئے چاہے روزی تنگ کر دیتا ہے مومن پورے سسٹم کو چلانے والے علیم وحکیم حکمران پر توکل کر کے تسلیم ورضا کا شیوہ اختیار کر لیتا اور زندگی کے معاملات اور رزق کی کمی بیشی کے تفکرات سے آزاد ہو جاتا ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

گر خدا داری زغم آزاد شو   از خیال بیش وکم آزاد شو

مومن دنیا کی ہر بہتری اور آخرت کی ہر بہتری کے حصول کیلئے حتی المقدور سعی اور جدوجہد کرتا ہے لیکن اپنی کوشش اور ذرائع پر بھروسہ ہرگز نہیں کرتا۔ مومن اپنے سارے وسائل کو اللہ کی مخلوق کی بھلائی کیلئے وقف کر دیتا ہے اور اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچانے ہی سے اس کی رضا حاصل کی جا سکتی ہے ۔ مومن کی محبت ہمدردی اور خدمت مخصوص دائروں کی پابند نہیں ہوتی وہ عالمگیر محبت کا علم بردار بن جاتا ہے ۔ مومن بدترین حالات میں بھی امید کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ۔ اللہ والے فقیروں کی محبت سے جب مومن کے دل میں محبت کا بیج پھوٹتا ہے تو دل ایسی انوکھی لذت سے آشنا ہوتا ہے کہ اس کی نگاہ میں دوسری ہر لذت ہیچ معلوم ہوتی ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

جچتے نہیں کنجشک وحمام اس کی نظر میں
جبرائیل وسرافیل کا صیاد ہے مومن

اللہ والوں کی نظر کرم کا مشاہدہ میں نے خود بھی کیا ہے وہ کیسی رحمت کی گھڑی تھی ، اللہ کی طرف سے کرم ہو رہا تھا ، سفارش مدینہ منورہ سے ہو رہی تھی کہ پیرومرشد قبلہ ڈار صاحبؒ سے پہلی ملاقات ہوگئی اسی ملاقات میں (Style of Life) تبدیل ہو گیا ۔ فقیری عطاء ہوئی اور مجھے غبار راہ مجاز بنا دیا گیا فطرت میرے ساتھ ہو گئی اور فقیر نے میرے دل میں محبت کا بیج بو دیا جو واردات میرے ساتھ ہوئی اس کو میں آج تک محسوس کرتا ہوں یہ زبانی بتانے والی بات نہیں ہے ۔ جب فضل ربی ہوتا ہے تو انسان کی سوچیں بدل جاتی ہیں ، احساسات بدل جاتے ہیں جذبات بدل جاتے ہیں ۔

عید میلاد النبی ﷺ کی افادیت

(میجر جنرل ریٹائرڈ عبدالرحمٰن خان)

دنیا بھر میں قدیم زمانے سے ہر قوم و ملت اپنے عظیم بزرگوں و دانشمندوں اور حکمرانوں کے کارناموں اور قربانیوں کی یاد تازہ کرنے کیلئے انکی پیدائش یا وفات کے دنوں کو خصوصی طور پر مختلف طریقوں سے مناتی آئی ہیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ایسی تقریبات کے لئے کسی بزرگ یا حکمران نے کبھی اپنے نام کو اجاگر کرنے کے لئے کوئی وصیت نامہ نہیں چھوڑا لیکن اس کے باجود یہ رسم اپنی منفرد افادیت کی مستند غرض کی وجہ سے بصد احترام ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

اللہ جل شانہ، نے اس دنیائے رنگ و بو میں اپنی عظیم ہستی کی پہچان کی غرض سے مختلف ادوار میں انسانی شکل میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ لیکن حضرت انسان نے اللہ کے اس جامع پیغام کے دو بنیادی اور اہم پہلوؤں کو یعنی وحدہ لاشریکیت اور روز قیامت کے مفہوم کو خاص طور پر ان تمام نبیوں کی کماحقہ، کوششوں کے باوجود بدل دیا۔ لیکن اللہ بے نیاز نے زمانے کے اس موڑ پر اپنے حبیب اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین کا لقب دیکر مبعوث فرمایا اس واقعہ عظیم کو علامہ اقبالؒ نے اپنی ایک نعت رسول اکرم ﷺ میں نہایت خوش اسلوبی سے منظوم فرمایا ہے:۔

آئینہ کائنات کا معنی دیریاب تو
نکلے تیری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو

(معنی دیریاب کا مطلب خاتم النبیین لیا۔ قافلہ ہائے رنگ و بو تمام پیش رو انبیاء کو لیا ، یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا یہ زمین اس قابل ہوگئی ہے کہ اللہ کے محبوب تشریف لاسکتے ہیں)

اللہ کریم نے اپنی تمام کائنات میں منفرد بنانے کے لئے حضور اکرم ﷺ کو ان القابات سے نوازا جو اس سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں کئے گئے تھے۔مثلاً

1- آپ کو نبی آخر الزماں خاتم الانبیاء کہہ کر پکارا۔

2- آپ کو رحمت اللعالمین کا لقب عطاء فرمایا۔

3- قرآن کریم کو وحی کے ذریعہ عطاء فرمایا۔حاصل وحی کہلائے۔

4- قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا۔اس سے پہلے کسی آسمانی کتاب کو یہ اعجاز بخشا نہ ذمہ داری سے سرفراز فرمایا۔

5- تمام دنیا کو یہ چیلنج دیا کہ قرآن جیسی فقط ایک آیت لکھ لاؤ۔

6- اللہ نے فرمایا کہ میں اور میرے فرشتے حضور اکرم ﷺ پہ سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی سلام بھیجو۔

ایسی شان کے مالک انسان کو جو نبوت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہو۔دوسرے لوگوں کی دشمنی کا نشانہ بننا ایک قدرتی امر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی مستند روایت انکی جائے پیدائش اور عرصہ نبوت کے متعلق نہیں بتلائی۔یا پیدائش کے بعد انہوں نے تیس سال کا عرصہ کیسے گزارہ انکی پیغمبری کا عرصہ تین سال سے کم رہا۔اس عرصہ میں ان کے پیرو کوئی ایک درجن نفوس سے کم رہے۔انہیں تقریباً دو سو سال تک کوئی خاطر خواہ پذیرائی نہیں ملی لیکن جب انکی پذیرائی ہوئی تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن 25 دسمبر مقرر کیا۔اس کو ان کے کسی مذہبی فرقے نے کبھی چیلنج نہیں کیا۔کرسمس کا تہوار آج تک منایا جاتا ہے۔آج تک کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جس کی زندگی کے واقعات اتنی تفصیل سے ریکارڈ کئے گئے ہوں جتنا کہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی، پیدائش اور وصال مبارک تک تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔مگر مسلمان ابھی تک حضور اکرم ﷺ کی تاریخ پیدائش پہ متفق نہیں ہو سکے۔حالانکہ صرف فرق ایک دن ہی کا ہے بلکہ یہ مشکل معمہ بارہا

جھگڑے کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔11 ربیع الاول یا 12 ربیع الاول کسی ایک کو ماننے میں کیا ہرج ہے؟۔جب تک مسلمان دنیا میں حکومت کرتے رہے۔اپنے اپنے عقیدہ پر قائم رہے۔اسلامی روایات بھی قائم رہیں۔لیکن تقریباً دوسوسال پہلے مغربی دنیا نے مسلمان ملکوں کو فتح کرلیا تو انہیں مذہبِ اسلام کی ہر روایت کو چیلنج کرنے کا موقع مل گیا۔انہوں نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ جس طرح اپنے مذہب کو انہوں نے اپنی مرضی سے بدل ڈالا ہے۔مذہب اسلام کو بھی بدل ڈالیں گے۔اس کیلئے وہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔اس کیلئے مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہونگی جو اس عرصہ میں نمایاں ہیں:

1- خاتم النبیین کے معانی کو مشکوک بنا کر نبوت جاری کروادی۔

2- ماڈرن ڈکشنری کی مدد سے قرآن کے مختلف عربی الفاظ کو دوسرے معانی میں بدل دیا۔(جب قرآن کے الفاظ کے معانی جو حضورﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق احکام جاری فرمائے۔اس زمانے کی ڈکشنری کے متعلق سوال کیا تو چپ سادھ لی)

3- جب کچھ اور نہ ملا تو حضورﷺ کے قابل اعتراض خاکے بنا کر چھپوائے۔اسے مغربی ماڈرن تحریر و تقریر کی آزادی کا بہانہ بنالیا۔

4- پانچ وقتی نماز کو ایک یا دو وقت تک محدود کرنے کی ناپاک کوشش کی تحریک چلادی۔

5- قرآن کو جلانے کی تحریک سرِ عام کردی۔

6- اسلام کی روایات کو ختم کرنے کی تحریک جیسے عورتوں کو برقعہ پہننے پر جرمانہ وغیرہ۔

7- جہاد فی سبیل اللہ کو متنازع بنا کر تفرقہ پیدا کردیا۔وغیرہ وغیرہ

ان تمام ناپاک کوششوں کا دراصل مطلب دنیائے اسلام کو حضور اکرمﷺ کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرکے انہیں بھلانے یا مشکوک بنانے کی نہایت ہی بھونڈی کوشش ہے۔اللہ جل شانہ نے بڑے واضح الفاظ میں قرآن میں یہ فرما کر اس معاملہ کو ہمیشہ کیلئے ختم کردیا ہے کہ "میری اطاعت رسول کی اطاعت میں ہے" مسلمانوں کیلئے اللہ کے احکامات کی بجا آوری

فقط رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق ہی ہے۔یہی راہِ ہدایت ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مندرجہ بالا حالات کے پیشِ نظر مسلمانوں پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ مجالس میلاد النبی ﷺ کو عام مجالس کی طرح نہیں بلکہ خصوصی دلچسپی کے ساتھ نہایت منظم طریقہ سے بندوبست کر کے منائیں۔ان مجالس کے مندرجہ ذیل پہلوؤں کے اجاگر کرنے کا خصوصی انتظام کریں۔

1- حضورا کرم ﷺ کی زندگی مبارک کو اجاگر کرنے کیلئے تقاریر کا انتظام۔
2- حضور ﷺ کی خصوصی تعریف کے لئے سنت رسول اللہ ﷺ کا خاص انتظام۔
3- درود شریف کے ورد کا خاص انتظام جس کو اللہ کریم نے اپنی ذات پہ بھی لازم رکھا ہے۔

زندہ قومیں اپنے محسنوں کو بھلایا نہیں کرتیں۔بلکہ ان کی زندگیوں سے سبق سیکھتی اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ اُن کے رہنماؤں کے اخلاق،عادات اطوار زندگی میں وہ کونسی خوبیاں تھیں جن کے سبب وہ اس قدر عظیم انسان تھے۔

عید میلاالنبی کا دن ایسا ہے کہ جسے بھولا نہیں جاسکتا۔حضور ﷺ کی ولادت کا دن انسانیت کی سربلندی کا دن ہے۔یہ دن اہل عالم کو امن وسلامتی،احترام آدمیت او رخداشناسی کا پیغام دیتا ہے۔یہ دن انسان کی آزادی اور نجات کا دن ہے۔یہ یوم رحمت ہے۔یہ دن اسلام کی تکمیل کا پیغام لانے والے کا یوم ولادت ہے 11یا12 ربیع الاول کا وہ مبارک دن ہے جس پر بحث فضول ہے۔کسی ایک دن پہ صلح صفائی سے فیصلہ کر کے اہل اسلام اپنی یک جہتی کا ثبوت دیں۔اللہ کا نام لے کر حضور ﷺ کے یوم ولادت کو بغیر کسی تفریق کے شایان شان طریقہ سے آج کی دنیا میں منانا ایک کار جہاد ہے۔اس میں کاہلی وسستی کا دخل زہر ہے کیونکہ دوسری طرف ابلیسی قومیں برسرِ پیکار رہیں اور کسی قسم کی رعایت دینے کی خواہاں نہیں۔

اتحاد اہم ترین ضرورت

(مولانا محمد اسجد)

احادیث نبوی ﷺ کے ذخیرے میں اُمت محمدیہ ﷺ کے باہمی اختلاف و انتشار کی پیشین گوئیاں جا بجانظر آتی ہیں، اس موضوع کی سب سے مشہور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''یہود و نصاریٰ ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے، میری اُمت ۷۳ فرقوں میں بٹ کر رہے گی۔ بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ ''سوائے ایک فرقے کے سب جہنم میں جائیں گے۔''

مسائل و عقائد اور دینی افکار کے اختلافات تو شروع سے چلے آرہے ہیں اور روز بروز بڑھ رہے ہیں، اس کے علاوہ ملی و ملکی، قومی و اجتماعی مسائل میں بھی اُمت کا مختلف ٹولیوں میں بکھرنا اور ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہونا اس وقت مسلمانوں کا سب سے بڑا مرض، ان کی واضح شناخت، اغیار کیلئے سنہری موقعہ اور مسلمانوں کے زوال وادبار کا اصل سبب ہے۔ قرآن کریم میں ایک طرف قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے اور ہر شعبۂ زندگی میں اس پر عمل کرنے کا حکم ہے، دوسری طرف تفرقہ بازی سے بچنے کا حکم ہے، اس طرح یہ اشارہ کر دیا گیا ہے کہ قرآن پر عمل کے نتیجے میں اتحاد آتا ہے اور انتشار جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اختلاف سب سے مہلک مرض ہے، اس لئے اسلام اپنے حاملین کو ہر طرح سے اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہے، اختلاف کی مذمتوں اور اتحاد کے فوائد کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہے، احادیث میں اختلاف کو سبب ہلاکت بتایا گیا ہے، سابقہ اُمتوں کی تباہی اور بربادی کا ایک اہم سبب اختلاف بھی تھا۔

تفرقہ واختلاف کا وجود لازمی ہے،اس کا ذکر حدیث میں ملتا ہے: ''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ربّ سے تین دُعائیں کیں، دو دُعائیں قبول کرلی گئیں،ایک دُعا قبول نہ ہوئی، میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کی کہ میری اُمت کو قحط عام میں ہلاک نہ کرے، دوسری دُعا یہ کی کہ میری اُمت پانی میں غرق ہو کر ہلاک نہ ہو، یہ دونوں دُعائیں قبول ہو گئیں، تیسری دُعا یہ کی کہ مسلمان باہم ایک دوسرے سے نہ لڑیں، اللہ نے یہ دُعا قبول نہیں فرمائی۔'' **(مسلم)**

اسلاف اُمت اختلاف کو کتنا خطرناک سمجھتے اور دور بھاگتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے منٰی میں چار رکعت نماز پڑھائی ،قصر کی رخصت پر عمل نہ کیا تو اس پر صحابہ کرام میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے منٰی میں دو رکعت حضور اکرم ﷺ کے پیچھے بھی پڑھیں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے پیچھے بھی، اب حضرت عثمانؓ دو کے بجائے چار پڑھا رہے ہیں، لیکن پھر ابن مسعودؓ نے چار رکعت پڑھ لی اور فرمایا کہ اختلاف سے شر پیدا ہوگا، اس شر سے بچنے کیلئے دو کے بجائے چار رکعت پڑھ لی۔'' (ابوداؤد شریف)

اگر قصر واجب ہوتا تو حضرت ابن مسعودؓ چار رکعت نہ پڑھتے کیوں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اختلاف کے مفسدہ کو دفع کرنے کے مقصد کو اتباع رسول ﷺ کی مصلحت کے حصول پر مقدم رکھا۔

اختلاف پیدا ہونے کے اسباب متعدد ہوتے ہیں، جن میں خواہش پرستی ، جہالت، بے خبری ، دل کی کجی ، دماغ کی عدم سلامتی ، نااہلوں سے حصول علم اور ان کی ہم نشینی ، ناسمجھی، اعتدال سے دُوری، بدعت وتعصب، غیروں کے افکار سے بے اہتمام عوبیت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے سستی وغیرہ شامل ہیں۔

اختلاف کوختم کرنے اورمتحد ہونے کے بہت سے ذرائع واسباب ہیں، سب سے اصل و مقدم سبب کتاب و سنت کا زندگیوں میں عملی نفاذ اور مضبوطی سے تھامنا ہے۔ سلف صالح کےطریقہ کی پیروی، تفقہ فی الدین بھی اہم اسباب ہیں۔علمائے حق اور بزرگان سے رابطہ اور تعلق ومجالست وخدمت وتعظیم بھی اتحاد کا باعث ہے۔فتنوں کے ہجوم میں علمائے حق کی قربانیاں اور ثابت قدمی ہی مقابلہ کرتی ہیں۔ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ فتنوں کے عالم میں جب ہم پر شدید خوف طاری ہوجاتا تھا اور زمین تنگ معلوم ہونے لگتی تھی، تب ہم شیخ ابن تیمیہؒ کے پاس آتے تھے اور ان کو دیکھتے ہی اور ان کی بات سنتے ہی سارا خوف چلا جاتا تھا اور غم چلا جاتا تھا۔"

جب تک ہر فرد پوری قوم کی اجتماعیت اور اپنی بلکہ سب کی اصلاح کی فکر نہیں کرے گا، جب تک جزئی وفروعی اُمور میں غیر مہذب اختلاف ختم نہیں کیا جائے گا اور جب تک ہر نوع کے تعصب کو ٹھکرایا اور فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ادا نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اتحاد ایک خواب ہی رہے گا اور شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے گا۔

دعائے مغفرت

گوجرانوالہ سے بھائی شفیق احمد صاحب کے والد

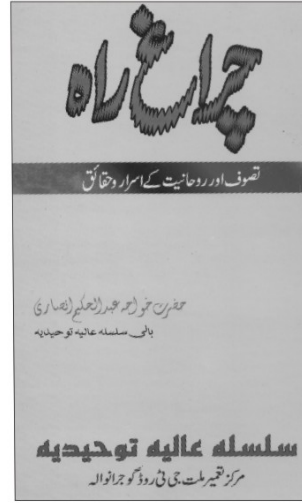
گوجرانوالہ کے بزرگ بھائی شیخ محمد اکرم جونیئر (جوضعیف تھے)

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْـهِ رَاجِعونَ)

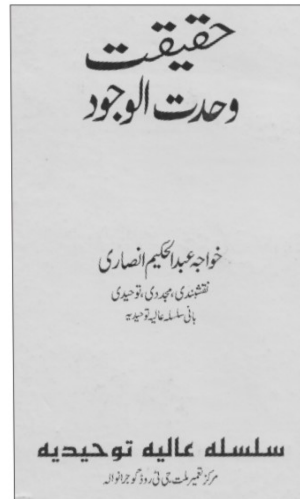
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

برادران مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com